ضمیمۂ حایات
حالات حضرت سیدی مرشدی حافظ
سیدشاہ محمد عثمان حسینی قبلہؒ

حصہ سُوّمُ

ضمیمۂ حیَات

یعنی

مختصر حالات حضرت سیدی سید شاہ محمد عثمان حسینی صاحب قبلہ قدس سرہٗ

از

سید محی الدین قادری

ضمیمۂ حیات

یعنی

مختصر حالات حضرت سیدی مولانا حافظ سید شاہ محمد عثمان حسینی صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز

آپ کی ولادت ماہ صفر ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ آپ کا سن جب چوبیس ۲۴ سال کا ہوا تو ۱۳۱۴ھ میں آپ بعارضہ بخار سخت علیل ہو گئے۔ پستی اس قدر بڑھ گئی کہ خود سے حرکت نہ کر سکتے تھے۔ حالت ایسی بگڑی ہوئی تھی کہ زیست کی توقع کم دکھائی دیتی تھی، کوئی قرابتدار شائد ایسا نہ تھا جو نہ آیا ہو۔ مگر حضرت خواجہ محبوب اللہ کبھی صاحبزادہ کو دیکھنے زنانی مکان میں تشریف نہیں لائے۔ باہر دیوان خانہ ہی میں تشریف فرما رہے (حالانکہ آپ صاحبزادے کو بہت چاہتے تھے) روزانہ پل پل کی کیفیت پہنچائی جارہی ہے، حکیم بلوائے جارہے ہیں۔ علاج ہو رہا ہے، گھر کا گھر پریشان ہے، اہل برادری اور ملاقاتیوں کا عیادت کے لئے تانتا بندھا ہوا۔ ادھر صاحبزادہ صاحب کا یہ حال ہے کہ ہر ایک سے یہ کہتے کہ حضرت سے یہ عرض کرو کہ پانچ منٹ کے لئے رونق افروز ہوں تاکہ میں آخری دیدار دیکھ لوں اس لئے کہ بخار کا سلسلہ بہت طویل ہو گیا تھا۔ غالباً بارہ چودہ روز ہوئے تھے کہ بخار اترا نہ تھا، پستی بے حد ہوگئی تھی۔ صاحبزادہ صاحب کے اس معروضہ کو حضرت کے تمام بھائی صاحبان وخلفاء وغیرہ نے پہنچایا اور سفارش بھی کی لیکن آپ نے کچھ توجہ ہی نہ فرمائی۔

آخر ایک روز صاحبزادہ کا خیال آیا تو ازخود تشریف فرما ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب نے

(جو بستر پر پڑے شوق قدمبوسی میں چشم براہ تھے) اسی طرح پڑے پڑے فرط مسرت سے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھ کر رونا شروع کیا تو آپ نے صاجزادہ کو دلاسہ دیا اور فرمایا کہ پریشان کیوں ہو، میں جس طرح کہوں تعمیل کرو گے؟ صاجزادہ صاحب نے عرض کیا۔ بسرو چشم! ارشاد ہوا کہ اچھا آج سے دوا چھوڑ دو اور یہاں سے میرے ساتھ چلو۔ صاجزادہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور اپنے ساتھ اس مکان سے جہاں صاحب زادہ صاحب تھے، دوسرے بازو والے مکان میں (جس میں حضرت تشریف رکھا کرتے تھے) چلاتے ہوئے لے گئے۔ تھوڑی دور اس طرح نہ چلے تھے کہ حضرت مکی میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو بادشاہ (یعنی حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہؒ) کو میں گود میں اُٹھا کر وہاں پہنچا دوں تو حضرت نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ حضرت ممدوح آپ کو گود میں اُٹھا کر بازو والے مکان جس میں پہنچنے سے قبل جلد از جلد بستر بچھا دیا گیا تھا، لا کر بستر پر لٹا دیا۔ اس مکان میں منتقل کرنے کے بعد خدا جانے حضرت نے کیا دعا فرمائی؟ یا کس نظر فیض اثر سے کام لیا کہ روز بروز صحت ہوتی گئی یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں صاجزادہ صاحب کا مزاج بالکل سنبھل گیا۔ علالت جاتی رہی صحتمند ہو گئے۔

اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی حضرت کا وصال ہو گیا۔ دارالشفاء والی بی صاحبہ کہتی تھیں کہ میں نے بعد وصال حضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں، میں ابھی اور زندہ رہتا تھا لیکن میں نے اپنی عمر ''عثمان میاں'' کو دیدی ہے۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ یہ صرف حضرت کا تصرف تھا اور اب حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا جو کچھ بھی زمانہ گزرا وہ درحقیقت حضرت ہی کا زمانہ تھا۔ واقعات و حالات سے اس کی مزید توثیق ہوتی ہے۔ یوں تو جزویت ہی کیا کم تھی پھر جانشینی۔ اس پر عمر کے حصہ کا عطا فرمانا مزید ہو گیا۔ بہرحال آپ کے دور حیات میں بھی وہی کرشمے دکھائی دیئے اور وہی رنگ تھا۔

یہ جو صورت ہے تری صورت جاناں ہے یہی　　　یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ناشتہ کے بعد ارشاد ہوا کہ آج رات ایک

خواب دیکھا جس سے مجھے اس قدر مسرت ہے کہ ایسی مسرت اب تک کبھی نہیں ہوئی۔ وہ خواب یہ تھا کہ حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں چوڑی کا جوڑا ہے۔ حضرت نے مجھے نزدیک بلاکر اپنے دونوں ہاتھوں کی چوڑیاں میرے دونوں ہاتھوں میں پہنائیں اور فرمایا کہ آج تک ہم سہاگن تھے آج سے تم سہاگن ہو۔

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ اس خواب سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہٗ اور آپ میں کوئی جدائی نہیں ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہؒ کی علالت کا سلسلہ جب طول کھینچا اور جدہ شریف میں حالت دگرگوں ہوگئی تو آپ کا بایاں پیر بالکل خشک ہوگیا تھا حرکت نہ کرسکتے تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا فضل مدظلہ نے خواب میں حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہٗ کو ملاحظہ فرمایا کہ حضرت کا بایاں پیر بالکل سوکھ گیا ہے جس کو آپ حرکت نہیں دے سکتے ہیں، حضرت ممدوح فرماتے ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو پریشان تھا کہ یہ کیا خواب ہے اور اس کی تعبیر کیا؟ دو چار روز بعد ہی جب حضرت سید عثمان حسینی صاحب کے انتقال کی اطلاع ملی تو سمجھا کہ غالباً اسی خبر کی جانب اشارہ تھا لیکن بعد میں جب تفصیلی علالت کا علم ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت کا اس جانب اشارہ تھا کہ حقیقتاً ان کا وجود میرا وجود ہے۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں باقی رہی۔ آپ کا مزار مبارک بھی یہاں نہیں جس کی وجہ سے عرس وغیرہ علیحدہ تواریخ مقررہ پر تو ضرور ہوتا ہے لیکن تمام مراسم حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر ہی انجام پاتے ہیں بہر حال ۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کا پورا پورا ثبوت ہے تا کہ دیکھنے والی آنکھ دیکھے اور سمجھنے والے دماغ سمجھیں۔

"دیکھنے والوں کو ہے کافی سہولت دید میں"

ان ہی واقعات کی بنا پر ہم نے اس حصہ کا نام ''ضمیمہ حیات'' رکھا ہے۔ تفصیلی واقعات و کرامات وغیرہ کی تو اس میں گنجائش نہیں البتہ کچھ بالاختصار پیش کئے جائیں گے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہ کے پاس ہوئی۔ حضرت مولانا فضل مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے سبق برابر یاد نہ کیا تھا جس کی وجہ سے خواجہ محبوب اللہؒ آپ پر خفا ہوئے۔ حضرت فرماتے تھے کہ جب میں خفا ہوا تو حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''کیوں برہم ہوتے ہو چھوڑ دو ہم پڑھا لیں گے'' اس کے بعد سے حضرت نے آپ کو پڑھانا چھوڑ دیا۔ پھر حضرت پیران پیرؓ کے فیضان سے آپ کی وہ تعلیم ہوئی کہ تفسیر، حدیث، فقہ و ادب وغیرہ میں کافی مہارت حاصل کرلی۔ فارسی، عربی میں نہایت بے تکلف گفتگو فرماتے تھے۔ اس میں آپ نے نظمیں بھی کہی ہیں۔ آپ کے بعض عربی، فارسی تحریرات بھی موجود ہیں۔ جس سے آپ کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔

آپ حافظ و قاری بھی تھے۔ حفظ کی تکمیل آخر زمانہ میں کی اور سب سے پہلے بعد ختم حفظ حرم نبوی ﷺ میں آپ نے تراویح میں کلام مجید سنایا۔

فن خوشنویسی میں بھی کافی دخل رکھتے تھے۔ عربی و فارسی ہر دو قلم بہت اچھے تھے۔ خط میں بانکپن، دوائر کی کشش، الفاظ کی نشست قابل دید ہے۔ آپ کے بعض قلمی قطعات اس وقت تک موجود ہیں جس سے اہل ذوق ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

فن شاعری سے بھی خاص دلچسپی تھی۔ غزل، قصیدہ، مسدس، رباعی، نظم، سب میں اور ہر زبان یعنے اردو، فارسی، عربی میں آپ کا کلام موجود ہے مگر زیادہ تر اردو میں ہے اور کلام کا بیشتر حصہ نعتیہ ہے۔ فائق تخلص فرماتے تھے۔

ریاضت واتباع سنت:

آپ اتباع سنت نبوی ﷺ کے نہ صرف خود شدت سے پابند تھے بلکہ اپنے مریدین و متوسلین کو بھی سختی سے پابندی کی تاکید فرمایا کرتے۔ تہجد کی نماز کی سب کو تاکید فرماتے رہے۔
اگر پیر بھائیوں یا پیر بہنوں میں کوئی نماز تہجد کا پابند نہ ہوتا تو آپ ان سے کوئی کام لینے یا بات کرنے سے احتراز فرماتے تاکہ آئندہ ان کو احساس پیدا ہو اور وہ اسکی پابندی کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ چنانچہ بعض دفعہ گھر میں آپ نے کسی سے پانی طلب کیا اور کوئی ایسی پیر بہن جو نماز تہجد کی پابند نہ تھیں، پانی لاتیں تو آپ اپنا منہ پھیر لیتے۔ وہ پریشان ہو کر عرض کرتیں کہ حضرت مجھ سے کیا قصور ہوا؟ تو آپ فرماتے کہ تم تہجد کی پابند نہیں ہو۔ اس ارشاد اور خفگی کا یہ اثر ہوتا کہ وہ بیحد متاثر ہوتیں اور آئندہ تہجد کی پابند ہو جاتیں۔
کبھی آپ کی تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلتی تو آپ اپنے نفس پر سختی کرتے یعنی صبح کا ناشتہ نہ فرماتے۔ بعض دفعہ اس سے زیادہ بھی اپنے نفس پر سختی فرمائی ہے۔
کہا جاتا ہے کہ ایک روز آپ نے کمرہ میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ جسم سے کپڑے اتارے اور لکڑیوں کے گٹھے سے اپنے آپ کو مارنا شروع کیا۔ جب زور سے مار کی آواز سنائی دی تو گھر کا گھر حیران تھا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ آخر کمرہ کے قریب پہنچے تو کمرہ کے اندر سے آواز سنی گئی۔ آپ کی والدہ محترمہ نے پریشان ہو کر دروازہ کھٹ کھٹایا اور آپ کو پکارنا شروع کیا۔ آپ نے دروازہ کھولا تو ماجرا دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ جی کچھ نہیں! میرا نفس بہت سرکش ہو گیا ہے اس لئے میں آج اس کو سزا دینا چاہتا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے آپ کے ہاتھ سے لکڑیوں کا گٹھا چھین کر اس کو لے لیا۔
ایک دفعہ ماہ محرم الحرام میں آپ نے حاضر الوقت خادمین سے فرمایا کہ ہر روز ایک ایک صاحب اپنے جسم کے کپڑے اُتار کر صرف لنگ باندھے ہوئے قاضی پورہ سے نکل کر پنچ محلہ کے اطراف سے گھوم کر آئیں (مخفی مباد کہ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ماہ محرم الحرام میں اطراف و جوانب کے لوگ بلدہ میں جمع ہوتے۔ پنچ محلہ شاہی آباد رہتا تھا۔ ہر جا رنگ کھڑے رہتے،

کھیل تماشہ کا خاص اہتمام ہوتا۔ ہر روز راستوں پر میلا سا لگا رہتا تھا) سب کو یہ ہدایت فرما کر سب سے پہلے آپ نے اپنے جسم کے کپڑے اُتارے اور اسی طرح پنچ محلہ، چار مینار، لاڑ بازار سے ہوتے ہوئے مکان واپس تشریف لائے جس وقت آپ راستوں سے گزر رہے تھے، ہر شخص استعجاب کی نظر سے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ بعض کم سمجھ نادانوں نے مضحکہ بھی اُڑایا بعضوں نے کہا کہ آج کچھ جذب کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ خود آپ فرماتے[1] تھے کہ راستہ میں بعض ملاقاتی بھی ملے لیکن محض اس خیال کے تحت کہ شاید میرے دماغ پر کچھ اثر ہوگیا مجھ سے علیک سلیک تک نہ کی۔

پھر آپ نے اپنی واپسی کے بعد دوسرے خادمین کو یکے بعد دیگرے اسی طرح روانہ فرمایا۔ حاجی یوسف علی صاحب جن کو آپ ہی سے بیعت حاصل ہے بیان کرتے ہیں کہ ان حاضرین میں میں بھی تھا اور اپنی باری پر تعمیل حکم کی سعادت حاصل کی۔

ایک زمانہ ایسا بھی گزرا کہ ہر ماہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ آپ مکان کے کمرہ میں معتکف رہتے۔ اس طرح کہ کسی آدمی کی صورت تک نہیں دیکھتے تھے۔ ارشاد تھا کہ کھانے کے وقت دروازہ آہستہ کھول کر بازو کھانے کا خوان رکھ دیا جائے۔ کوئی کمرہ کے اندر داخل نہ ہو۔ دس دن روزہ رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ زمانہ شباب میں ہم نے ان متبرک ایام کو لغویات میں صرف کیا ہے اس لئے یہ اس کا کفارہ ہے۔

اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ ہر فعل سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہ ہوتا۔ روزانہ شب میں سوتے وقت آنکھوں میں سرمہ لگاتے، آئینہ دیکھتے، مسواک کرتے، کمبل پر آرام فرماتے اور کمبل پر ہی اکثر تشریف رکھا کرتے۔

نعلین[2] کا رواج بھی آپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے کوئی نعلین پہنتا نہ تھا۔ آپ ہی نے سب سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کے نمونہ پر نعلین بنوائی۔ جس وقت آپ نے نعلین کی ابتداء کی تو بلدہ کے اکثر لوگ اس پر پھبتیاں کستے تھے۔ مگر اللہ

---

[1] از: مولانا شریف حسین صاحب صدیقی

[2] از: حاجی یوسف علی صاحب

والوں کا ہر فعل جو حب نبوی ﷺ کے تحت ہو رنگ لا کر ہی رہتا ہے۔ آخر ایک زمانہ ایسا آیا کہ اب ہر طرف نعلین کا رواج عام ہو گیا۔ ہر بڑا، چھوٹا، امیر، غریب اس کو شوق سے پہنتا دکھائی دیتا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ چپل کے نام سے موسوم ہے اور نعلین نبوی ﷺ کا پورا نمونہ بھی نہیں۔

اس اتباع و تعلق کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت تھی۔ بہت کثرت سے سرکار دو جہاں کی رویت سے آپ مشرف ہوتے تھے چنانچہ خود فرماتے تھے کہ اگر چار روز اس طرح گزر جائیں کہ میں خواب میں سرکار کے جمال مبارک کو نہ دیکھوں تو میرا جی بے چین ہو جاتا ہے۔

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عرصے سے میری ہر نماز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ادا ہو رہی ہے یعنی جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو آقائے نامدار (روحی فداہ) کو امام پاتا ہوں۔

سبحان اللہ۔ (اگر کوئی عمر تمام میں ایک آدھ مرتبہ اس جمال مصطفوی ﷺ سے عالم رویا میں مشرف ہو تو وہ اس سرفرازی پر نازاں ہوتا ہے اور یہ ناز بجا بھی ہے کہ زندگی کا ماحصل اس نور مبارک کا دیدار ہے۔ مگر یہاں ہر چوتھے پانچویں روز بلکہ ہر نماز اس مظہر حسن لایزال کی اقتدا میں ادا ہو رہی ہے۔ ع

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اس اتباع و تعلق کا نتیجہ کہئے یا محبت کا اثر کہ فنائیت تامہ کا ثبوت ہر چشم بینا کو بدیہی طور پر دکھا دیا گیا۔

آنکھ والا تری جوبن کا تماشا دیکھے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

فنائیت تامہ سے متعلق ایک واقعہ جو متعدد اصحاب سے مروی ہے پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے زمانہ میں ہر سال ماہ ربیع الآخر شریف میں ایک مجلس مشاعرہ منعقد ہوتی جس میں اکثر بلدہ کے شعراء شرکت فرماتے تھے۔ اس مشاعرہ کے جملہ انتظامات مولوی تراب علی صاحب جمیل سے متعلق رہا کرتے۔

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ۱۳۳۱ھ میں آپ حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہ ؒ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے۔ ربیع الآخر شریف کا مہینہ آیا اور اوائل ماہ سے ہی میں آشوب چشم سے علیل ہو گیا تکلیف زیادہ تھی اس لئے باہر نکل نہ سکتا تھا۔ اسی تکلیف میں شب یازدہم شریف کو حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہ ؒ کو خواب میں دیکھا کہ مکان میں آپ تشریف فرما ہیں۔ مغرب کا وقت ہے میں بھی سامنے حاضر ہوں۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ''آج مشاعرہ ہے تم نے بھی غزل کہی ہے یا نہیں؟'' میں نے عرض کی کہ مجھے اس مشاعرہ کا کوئی علم ہی نہیں کہ مشاعرہ کب سے ہے اور طرح کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ مشاعرہ آج رات کے دس بجے سے شروع ہوگا اور طرحی مصرعہ یہ ہے۔

مکہ میں مدینہ میں کہ جدہ میں نبی ہیں

میں نے پھر عرض کی کہ وقت بالکل کم ہے اس قدر قلیل مدت میں، میں کیا کہہ سکوں گا؟ تو پھر ارشاد ہوا کہ ''دو چار شعر جو بھی ہو جائیں کہہ لو'' اس خواب سے بیدار ہونے کے بعد میں بہت دیر تک غور کرتا رہا کہ یہ کیا خواب ہے اور اس کی تعبیر کیا؟ بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس خواب سے اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ مشاعرہ میں یہی مصرعہ طرح رکھا جائے۔

۱۱ر ربیع الآخر شریف کو چونکہ آثار مبارک کا برآمد کرنا ضروری تھا اس لئے حمام کیا، لباس بدلا، باہر نکلا، وعظ ہوا، آثار مبارک کی زیارت ہوئی، اس کے بعد تمام اہل محفل کھانے کے مقام پر پہنچے۔ ان حاضرین میں تراب علی صاحب جمیل بھی تھے۔ میں نے ان سے رات کا خواب بیان کر کے کہا کہ مصرعہ طرح یہی دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس پر جمیل صاحب نے اپنے جیب سے مطبوعہ اشتہارات نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے اور کہنے لگے کہ میں متعدد مرتبہ اس اشتہار کا مسودہ آپ کو دکھا کر طبع کرانے کے لئے لایا تھا لیکن آپ کی آنکھوں میں درد ہونے کی وجہ ملاقات نہ ہو سکی۔ آخر بایں خیال کہ دن تھوڑے رہ گئے ہیں اشتہار طبع کرا لئے اور اس دفعہ دو مصرعہ طرح کے رکھے گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ تیسرا مصرعہ اگر یہ بھی رکھ دیا جائے تو کیا ہرج ہے؟ تراب علی صاحب نے اس مشورہ کو پسند کیا اور بجائے دو کے تین مصرعہ طرحی

رکھ دیئے گئے۔ اکثر اصحاب معترض رہے کہ یہ تیسرا مصرعہ بے معنی ہے۔ مکہ میں سرکار دو جہاں ﷺ کا تولد ہے تو مدینہ طیبہ میں روضۂ اطہر مگر جدہ میں کیا ہے؟ بہر حال مشاعرہ ہوا۔ اکثر اصحاب نے غزلیں کہیں اور سب اس مصرعہ پر حیران تھے۔

جب ماہ شوال ۱۳۳۱ھ میں حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہؒ کو چند ماہ کے لئے حیدر آباد لانے کے ارادہ سے میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور مجبور کر کے حضرت کو لے کر نکلا۔ جدہ شریف پہنچنے کے بعد حضرت کا وصال ہو گیا اور میری جدہ سے واپسی ہوئی تو حضرت مکی میاں صاحب قبلہؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ''مشاعرہ کے طرحی مصرعہ میں اسی کی جانب اشارہ تھا کہ ''میں فنافی الرسول ہوں'' اس کے بعد فرمایا کہ ''حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ (حضرت سید عثمان حسینی صاحبؒ) کو کسی نے پہچانا نہیں''۔

سبحان اللہ سرکار دو جہاں ﷺ کی ذات مبارک میں فنا ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ یوں تو فنافی اللہ اور فنافی الرسول کہہ لینا بہت آسان ہے مگر حقیقت حال اور چیز ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دیگر بزرگان دین کے حالات سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بعض محبوبین بارگاہِ الٰہی ایسے بھی گزرے ہیں کہ ان کی شخصیت و مرتبہ کا دنیا پر اظہار قدرت نے ضروری تصور کیا تو ایسے ہی واقعات پیش آئے جیسے بعض بزرگان دین کے انتقال پر ندائے غیبی ہوئی تو بعض کے وصال کے وقت غیب سے تحریر نمایاں ہوئی تاکہ دنیا ان کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ اسی طرح حضرت کی عالی مقامی کا دنیا پر ظاہر کرنا غالباً قدرت کو منظور تھا اس لئے اس واقعہ کا ظہور عمل میں آیا۔ اس مشاعرہ میں بلدہ کے متعدد شعراء نے حصہ لیا اور سینکڑوں نے شرکت کی منجملہ ان کے حسب ذیل حضرات جو شریک مشاعرہ تھے وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت علامہ مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی مدظلہٗ (۲) مولوی حاجی یوسف علی صاحب (۳) مولوی احمد عبدالعزیز صاحب سلحدار (۴) مولوی تراب علی صاحب جمیل۔

اخلاق و عادات:

آپ اپنے والد ماجد کی طرح خلق مجسم تھے۔ طبیعت میں حلم و حیا بہت تھی۔ نام کا اثر

کہئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حالات کا نقشہ کھینچ جاتا تھا۔ ہر بڑے سے بڑے قصور کو بھی آپ معاف فرما دیتے۔ ہمیشہ مسکراتے ہوئے گفتگو فرماتے۔ بہت کم ایسا ہوا کہ آپ کو غصہ کی حالت میں کسی نے دیکھا ہو۔ جب کبھی کوئی بات آپ کے سامنے بیان کی جاتی تو آپ کی عادت شریف تھی کہ تین دفعہ ''سچ ؟ سچ ؟'' دریافت فرماتے اگر جواب اثبات میں ملتا تو آپ یقین کر لیتے۔ آپ اہل قرابت کا بہت خیال رکھتے، ان کے دُکھ درد میں شریک ہوتے، بزرگوں کا احترام فرماتے تھے۔ والدین کی بہ شدت اطاعت فرماتے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد والدہ ماجدہ کے جملہ کاروبار آپ ہی سے متعلق رہے۔ ہمیشہ آپ نے والدہ ماجدہ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھا اور کبھی کوئی بات ان کے منشاء کے خلاف نہ ہونے دی۔ والدہ ماجدہ بھی آپ سے بہت پیار و محبت فرماتی تھیں۔

والد ماجد کے وصال کے بعد دونوں چھوٹے بھائی اور بہن بھی آپ ہی کی زیر نگرانی رہے۔ ان بھائیوں اور بہن کے ساتھ بھی آپ کا طرز ایسا رہا جیسا کہ ایک شفیق باپ کا اپنی اولاد کے ساتھ رہتا ہے۔ ہر دو بھائیوں کی تعلیم و تربیت اور شادی وغیرہ سب آپ ہی کے زیر نگرانی ہوئی۔ عام قرابت داروں کے ساتھ بھی ایسا ہی رنگ تھا۔ ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک فرماتے۔ بزرگوں کی تعظیم و توقیر کا ہمیشہ خیال رہتا۔ چھوٹوں سے محبت سے پیش آتے۔ بچوں سے بہت پیار اور محبت فرماتے تھے۔

اہل محلہ و مریدین کا بہت خیال رکھتے۔ ان میں کوئی بیمار ہو جاتا تو عیادت کو تشریف لے جاتے۔ انتقال کی اطلاع ملتی تو میت میں شرکت فرماتے۔ بعض ضعیف مرد اور عورتیں اپنے خانگی واقعات بیان کرتیں تو جب تک وہ بیان کرتی رہتیں آپ خاطر جمعی سے اس کو سماعت فرماتے۔ ہر ایک سے حسب عادت ہنس ہنس کر گفتگو فرماتے۔ آپ کی نظر میں ایک خاص جادو کی سی کیفیت تھی جو ایک دفعہ آپ سے ملتا دوبارہ آپ سے شرفِ قدمبوسی کے لئے بے چین رہتا، کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

ہوتا ہے سحر آنکھ میں لیکن نہ اسقدر جس پر نگاہ پڑگئی دیوانہ کردیا

مولوی تراب علی صاحب جمیلؔ بیان کرتے ہیں کہ میرا شباب کا زمانہ اور شاعری کا ابتدائی شوق تھا۔ میرے والد بہت قدیم طرز کے حامل تھے۔ ایک زمانہ تک مجھ کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ جب شاعری کا شوق ہوا تو میں نے والد صاحب سے اجازت لے کر حضرت شائقؔ علیہ الرحمہ کے پاس آنا جانا شروع کیا۔ اکثر حضرت ممدوح کے پاس جاتا، گھنٹوں وہیں رہتا۔ ایک دفعہ میں وہیں حاضر تھا۔ حضرت سیدی محمد عثمان حسینی صاحب قبلہ قدس سرہٗ اپنے برادر حضرت شائقؒ صاحب کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ تھوڑی دیر دونوں حضرات کی گفتگو رہی۔ جب میں نے بھی آپ سے قدمبوسی حاصل کی تو حضرت شائقؒ نے آپ سے میرا تعارف کرایا۔ آپ نے ایک دو مرتبہ مسکراتے ہوئے ملاحظہ فرمایا اور ایک دو باتیں بھی کیں۔ اس کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر میں بھی اپنے گھر چلا گیا۔ لیکن کیا بتاؤں کہ اس گفتگو میں حضرت نے مجھ پر کیا جادو کیا؟ یا ان نگاہوں میں کیا اعجاز تھا کہ میرا دل کھچا جا رہا تھا۔ بار بار جی چاہتا تھا کہ آپ کے پاس حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کروں۔ جب آنکھ بند کرتا حضرت کی تصویر سامنے دکھائی دیتی۔ خیر بڑی مشکل سے رات بسر کی۔ صبح ہوتے ہی میں نے اپنے والد سے اجازت حاصل کر کے حضرت کی خدمت میں حاضری دی، اور شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ تھوڑی دیر شرف تکلم بھی نصیب ہوا جس سے قدرے دل کو سکون ہوا۔ اس کے بعد گھر واپس ہوا۔ گھر آنے کے بعد پھر وہی کیفیت شروع ہوئی کہ حضرت کا خیال ہٹتا نہ تھا۔ بار بار پھر جی چاہتا کہ حاضر ہو کر پھر ایک بار شرف قدمبوسی حاصل کروں۔ اس وقت یہ شعر میرے حسب حال تھا:

وہ کیا بُری گھڑی تھی جسدم نظر لڑی تھی لاچار ہو گیا ہوں آنکھوں کو چار کر کے

بہر حال کئی روز تک میرا یہی عالم رہا اس کے بعد آخر میں نے حضرت کی غلامی میں داخل ہونے کی عزت حاصل کر لی۔

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد اکثر حضرات نے سلسلہ میں داخل ہونے کی استدعا کی اور بیان کیا کہ ہم کو ایک مرتبہ حضرت عثمان میاں صاحب قبلہؒ سے

قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اور آپ نے تبسم ریز انداز میں ہم کو شرف تکلم بخشا تھا جس کے بعد سے ہمارا ارادہ آپ کی غلامی میں شریک ہونے کا ہوگیا تھا۔ لیکن شومی قسمت سے آپ کی تشریف فرمائی تک ہم کو وہ موقع نہ مل سکا اس لئے اب ہم حضرت کے سلسلہ میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔

آپ کی طبیعت میں سادگی بہت تھی، تکلفات کو بالکل ناپسند فرماتے تھے، لباس بھی بہت سادہ سیدھا رہتا یعنے اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی طرح جسم پر صرف چوبغلہ سر پر ٹوپی، دوہرا پاجامہ، کندھے پر رومال یا چادر، چادر یا ٹوپی ہمیشہ زرد رنگ کی ہوتی، پیر میں نعلین پہنتے تھے۔ لباس میں بھی فضول خرچ واسراف سے بچانے کے لئے آپ نے اپنے مریدین کو کھادی کے استعمال کا پابند فرمایا۔ چونکہ اس زمانہ میں قیمتی خوش وضع پھولدار و جاذب نظر لباس کا عام رواج تھا۔ اس لئے کھادی کا استعمال اکثر حضرات کی طبیعت پر بار گزرتا رہا۔ لیکن حضرت کے وصال کے بعد ایک زمانہ وہ آیا کہ ہندوستانی دنیا میں انقلاب ہوا۔ کھدر پوشی پر عام طور پر زور دیا جانے لگا۔ پھولدار خوش وضع لباس تو فیشن سے خارج ہی ہوگیا۔

آپ کی طبیعت کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ اکثر مریدین کے ساتھ پیدل چلتے اور جب کبھی بیرون شہر کسی دور دراز مقام یعنی حضرت بابا شرف الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی پہاڑی شریف وغیرہ جاتے تو مریدین کے ہمراہ پیدل روانہ ہوتے۔ عموماً جاتے وقت آبادی سے باہر جانے کے بعد ذکر جہری شروع فرماتے تاکہ ذکر کی گرمی میں راستہ بار نہ گزرے۔ واپسی میں کبھی ہنسی مذاق کے طور پر دو دو آدمی کی جوڑ لگاتے اور دوڑتے خود بھی کسی کے ساتھ اپنی جوڑ لگا لیتے اور سب کے برابر خود بھی دوڑتے تھے۔

کبھی تمام پیر بھائیوں کو ارشاد ہوتا کہ فلاں روز جنگل میں چلیں گے سب اپنا اپنا توشہ ساتھ رکھیں دوپہر کا کھانا وہیں ہوگا۔ تعمیل حکم میں سب حاضر ہوتے آپ سب کو ساتھ لے کر تشریف لے جاتے۔ سارا دن جنگل میں گزارتے دوپہر کا کھانا وہیں ہوتا۔ جنگل میں سب ملکر بھاگتے، دوڑتے، بعض حضرات تلوار کے کرتب دکھاتے۔ بہرحال اس طرح ہنس بولکر سر

مغرب واپسی ہوتی، اکثر تالاب میر عالم پر تشریف لے جاتے۔ غالباً یہ عمل بھی اتباع سنت نبوی ﷺ کے تحت تھا۔

آپ کی طبیعت میں استغناء بہت تھا۔ اُمراء اور رؤسا سے زیادہ میل جول پسند نہ فرماتے تھے۔ (اعلیٰحضرت مرحوم نواب میر محبوب علی بہادر آصف جاہ سادس) نے متعدد دفعہ آپ کے پاس معروضہ کرایا کہ اگر اجازت ہوتو میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوتا ہوں لیکن آپ نے اجازت نہیں دی۔ چنانچہ روشن علی صاحب نامی چتر بردار نے جن کو حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل تھا متعدد دفعہ اعلیٰحضرت مرحوم کے اس معروضہ کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب ہر دفعہ وہ ناکام رہے تو بالآخر اپنے داماد مولانا شرف الدین صاحب قادری (جن کو حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہٗ سے خلافت حاصل ہے) کے ذریعہ سفارش کروائی لیکن اس کے بعد بھی اجازت نہ ملی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت بابا شرف الدین صاحب قبلہؒ کی پہاڑی پر اعلیٰ حضرت مرحوم نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ یہ ملاقات بھی عجیب وغریب رہی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی عادت شریف تھی کہ حضرت بابا صاحب کے عرس شریف میں ختم کے روز یعنی ۲۱ر شعبان کو تمام مریدین کے ہمراہ پچھلی سے پیدل تشریف لیجاتے تھے۔ پہاڑی شریف پہونچکر فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سید صاحب نامی (ایک صاحب جو خادمین میں سے تھے وہیں رہتے تھے) آپ ان کے پاس تھوڑی دیر تشریف رکھتے اور سماع ہوتا ختم مجلس کے بعد مراجعت عمل میں آتی۔

۲۱ر شعبان کو ۱۳۲۶ھ کو بھی حسب عادت قدیم تمام مریدین کے ساتھ آپ پہاڑی شریف پر پیادہ رونق افروز ہوئے، فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سید صاحب کے پاس تشریف لے گئے سماع ہوا۔ سماع کے بعد سید صاحب نے آپ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے رات ایک خواب دیکھا کہ بابا صاحب قبلہؒ کے مزار کے پاس آپ تشریف فرما ہیں اور آپ کے بازو بابا صاحب قبلہ بھی رونق افروز ہیں۔ اعلیٰحضرت نواب میر محبوب علی خاں بہادر

نے حاضر ہوکر بابا صاحب قبلہؒ سے قدمبوسی حاصل کی تو بابا صاحب رحمۃ اللہ نے ان کے دونوں بازو تھام کر اعلیحضرت کو آپ کی طرف رجوع کر دیا۔ اس خواب کو سماعت فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ ایک لفظ بھی نہیں فرمایا اور وہاں سے برخواست فرمائی۔ واپسی میں تمام مریدین سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ ان دنوں اعلیحضرت یہیں ہیں (مخفی مباد کہ اعلیحضرت غفران مکان کا ایک زمانہ ایسا گزرا کہ ہر سال حضرت بابا صاحب قبلہؒ کے عرس شریف کے موقع پر مع محلات سرکاری باغ واقع پہاڑی شریف میں قیام فرما رہتے تھے) اور اکثر سامنے ہی برآمد رہتے ہیں۔ تمام لوگ اس طرح جم غفیر کی طرح ساتھ رہو گے تو ممکن ہے کہ خواہ مخواہ ان کی نظر پڑے اور کون ہیں، کیا ہیں؟ پوچھیں۔ اس لئے سب ایک کے پیچھے ایک ہوکر چلو تا کہ کسی کی نظر نہ پڑنے پائے۔ تعمیل حکم میں سب پھٹ کر ایک کے پیچھے ایک ہو گئے۔ اس کے بعد بھی جب بنگلہ شاہی کے سامنے پہنچے تو اتفاق سے اعلیحضرت غفران مکان سامنے ہی برآمد تھے۔ جوں ہی حضرت پر نظر پڑی مصاحبین سے دریافت کیا کہ کیا حضرت عثمان میاں صاحب قبلہ یہی ہیں؟ عرض کیا گیا جی ہاں! یہی ہیں۔ فرمایا کہ حضرت سے عرض کرو کہ میں قدمبوسی کیلئے حاضر ہو رہا ہوں۔ فوراً چوبدار دوڑا۔ ایک چوبدار نے حاضر ہوکر عرض کی کہ حضرت! سرکار تشریف لا رہے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ جب چوبدار نے مجھ سے کہا تو میں نے خیال کیا کہ غالباً سواری نکل رہی ہے اس لئے بازو ہٹ کر چلنے کو کہا جا رہا ہے۔ آپ نے اس خیال سے اس چوبدار کی اطلاع پر اچھا فرمایا اور کنارے ہٹ کر چلنے لگے۔ جب اعلیحضرت غفران مکان نے دیکھا کہ حضرت ٹھہرے نہیں تشریف ہی لے جا رہے ہیں تو پھر دوسرے اور تیسرے چوبدار کو دوڑایا کہ حضرت سے عرض کر کے روکیں کہ میں قدمبوسی حاصل کر سکوں۔ اعلیحضرت کے اس ارشاد پر چوبداروں کا تانتا بندھ گیا مگر آگے بڑھ کر روکنے کی کسی کو جراءت نہ ہوتی تھی۔ بالآخر ایک چوبدار نے حضرت کے ایک خادم سے تمام واقعہ عرض کیا۔ انھوں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ پیرو مرشد اعلیحضرت آپ سے قدمبوسی حاصل کرنے حاضر ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ وہیں راستہ پر ٹھہر گئے۔ چونکہ آپ تشریف لے جا رہے تھے اس لئے اعلیحضرت

غفران مکان نے تیزی کے ساتھ آپ کو ملانے کا جو ارادہ کیا تو ایک پیر کا جوتا بھی پیر سے نکل گیا۔ بہر حال اس طرح حاضر ہوئے بڑھ کر قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت حضرت کے جسم مبارک پر کھادی کا چوبغلہ کاندھے پر لنگی اور بائیں ہاتھ میں لکڑی اور تسبیح تھی۔ جوں ہی اعلحضرت غفران مکان حاضر ہوئے آداب بجالا کر سر جھکا دیا اور حضرت کا دست مبارک لے کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ اس کے بعد اعلحضرت غفران مکان مؤدب ہاتھ باندھے سامنے کھڑے ہو گئے تو آپ بھی خاموش ان کو دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر اسی طرح خاموشی میں گزری۔ اس کے بعد حضرت نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا آپ کچھ فرمائیں گے؟ غفران مکان نے عرض کی کہ جی کچھ نہیں! زمانہ سے قدمبوسی کا اشتیاق تھا آج خوش نصیبی سے یہ موقع ملا۔ حضرت میرے لئے دعا فرمائیں۔ تو آپ نے ان کے اور ان کی سلطنت کے لئے دعا فرمائی اس کے بعد وہاں سے مراجعت ہوئی۔ اس روز حضرت کے ساتھ جو حضرات تھے ان کے منجملہ حاجی یوسف علی صاحب، مولوی علاء الدین صاحب صدیقی و مولوی حبیب اللہ صاحب اس وقت تک موجود ہیں۔

اس ملاقات کے بعد ہی اعلحضرت غفران مکان کو حضرت سے شرف قدمبوسی حاصل کرنے کا اشتیاق زیادہ ہوا اور متعدد دفعہ معروضہ کرایا گیا کہ حاضر ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے لیکن آپ نے اس کو منظور نہ فرمایا۔

یہاں اس بات کا اظہار مناسب ہوگا کہ اعلحضرت غفران مکان سے ملاقات ۲۱ر شعبان ۱۳۲۶ھ کو ہوئی اور یکم رمضان ۱۳۲۶ھ کو طغیانی رودِ موسیٰ کا واقعہ پیش آیا گویا اس ملاقات اور واقعہ طغیانی میں دس روز کا فصل ہے۔

اس واقعہ طغیانی یعنے یکم رمضان ۱۳۲۶ھ کے روز حضرت بعد نماز تراویح درگاہ شریف کے چبوترے یعنے حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے پاس نہایت اضطراب کے عالم میں تمام رات ٹہلتے رہے بار بار آسمان کی جانب دیکھتے اور پھر خواجہ محبوب اللہ کے مزار مبارک کو ملاحظہ فرماتے جاتے تھے۔ جب سحر کا وقت ہوا تو آپ نے محبوب خان صاحب نامی

کو (جو حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کے خادمین سے تھے) آواز دی اور فرمایا کہ جاؤ دیکھو ندی کو اُتار ہوا یا نہیں جب تک میں سحر کھالیتا ہوں محبوب خاں صاحب نے واپس ہو کر اطلاع دی کہ ندی کا اتار شروع ہو گیا ہے۔ اس وقت آپ نے نماز صبح ادا فرما کر آرام فرمایا۔

اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ حضرت کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ دوسری یہ کہ حیدر آباد پر اس سے بھی زیادہ عظیم آفت آنے والی تھی۔ جس کا غفران مکان کو بھی کسی ذریعہ سے علم ہو چکا تھا اسی لئے وہ حضرت سے بطور خاص طالب دعا ہوئے تھے اور غالباً حضرت بابا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا غفران مکان کو حضرت سے ملانے کا بھی اسی جانب اشارہ تھا۔

مہاراجہ سر یمین السلطنت کشن پرشاد بھی ہمیشہ ملاقات کے متمنی رہے لیکن کبھی آپ نے ان کو اس کا شرف نہیں بخشا حتیٰ کہ راستہ میں بھی جب کبھی سامنا ہو جاتا تو اکثر آپ انجان ہو جایا کرتے۔ مجالس میں کہیں ایسا اتفاق ہو جاتا تو اکثر حتی الامکان احتراز فرماتے۔ چنانچہ ایک وقت کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت شاہ خاموش علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں تشریف فرما ہوئے، سماع ہو رہا تھا مجلس میں آپ بھی تشریف رکھتے تھے۔ سر یمین السلطنت کی آمد پر تمام محفل کھڑی ہوگئی۔ جب آپ نے یہ گڑبڑ دیکھی تو اپنی آنکھیں بند کر لیں اپنی جگہ اسی طرح تشریف فرما رہے اور اُٹھے نہیں۔ جوں ہی مہاراجہ کی آپ پر نظر پڑی تو سب سے ملاقات کر کے سیدھے آپ کے سامنے حاضر ہوئے اور تخمیناً دو چار منٹ آپ کے سامنے آداب بجا لانے کھڑے رہے لیکن آپ اسی طرح آنکھ بند کئے تشریف فرما تھے ان کی جانب مخاطب ہی نہیں ہوئے۔ بالآخر مجبور ہو کر سر یمین السلطنت اپنے مقام پر بیٹھ گئے جیسے ہی وہ اور سب محفل بیٹھی، آپ فوراً اُٹھے اور وہاں سے برخاست فرمائی۔

سفر حج و زیارت

آپ نے چار مرتبہ ارض مقدس حجاز کا سفر کیا۔ پہلا سفر آپ کی صغر سنی میں والدین کے ساتھ ہوا جس وقت آپ کی عمر چار پانچ سال کی ہوگی۔

کو (جو حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کے خادمین سے تھے) آواز دی اور فرمایا کہ جاؤ دیکھو ندی کو اُتار ہوا یا نہیں جب تک میں سحر کھالیتا ہوں محبوب خاں صاحب نے واپس ہو کر اطلاع دی کہ ندی کا اتار شروع ہو گیا ہے۔اس وقت آپ نے نماز صبح ادا فرما کر آرام فرمایا۔

اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ حضرت کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ دوسری یہ کہ حیدرآباد پر اس سے بھی زیادہ عظیم آفت آنے والی تھی۔ جس کا غفران مکان کو بھی کسی ذریعہ سے علم ہو چکا تھا اسی لئے وہ حضرت سے بطور خاص طالب دعا ہوئے تھے اور غالباً حضرت بابا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا غفران مکان کو حضرت سے ملانے کا بھی اسی جانب اشارہ تھا۔

مہاراجہ سر یمین السلطنت کشن پرشاد بھی ہمیشہ ملاقات کے متمنی رہے لیکن کبھی آپ نے ان کو اس کا شرف نہیں بخشا حتیٰ کہ راستہ میں بھی جب کبھی سامنا ہو جاتا تو اکثر آپ انجان ہو جایا کرتے۔ مجالس میں کہیں ایسا اتفاق ہو جاتا تو اکثر حتی الامکان احتراز فرماتے۔ چنانچہ ایک وقت کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت شاہ خاموش علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں تشریف فرما ہوئے، سماع ہو رہا تھا مجلس میں آپ بھی تشریف رکھتے تھے۔ سر یمین السلطنت کی آمد پر تمام محفل کھڑی ہو گئی۔ جب آپ نے یہ گڑبڑ دیکھی تو اپنی آنکھیں بند کر لیں اپنی جگہ اسی طرح تشریف فرما رہے اور اُٹھے نہیں۔ جوں ہی مہاراجہ کی آپ پر نظر پڑی تو سب سے ملاقات کر کے سیدھے آپ کے سامنے حاضر ہوئے اور تخمیناً دو چار منٹ آپ کے سامنے آداب بجا لانے کھڑے رہے لیکن آپ اسی طرح آنکھ بند کئے تشریف فرما تھے ان کی جانب مخاطب ہی نہیں ہوئے۔ بالآخر مجبور ہو کر سر یمین السلطنت اپنے مقام پر بیٹھ گئے جیسے ہی وہ اور سب محفل بیٹھی، آپ فوراً اُٹھے اور وہاں سے برخاست فرمائی۔

سفر حج و زیارت

آپ نے چار مرتبہ ارض مقدس حجاز کا سفر کیا۔ پہلا سفر آپ کی صغر سنی میں والدین کے ساتھ ہوا جس وقت آپ کی عمر چار پانچ سال کی ہوگی۔

دوسرا سفر ۱۳۱۹ھ میں والد ماجد کے بعد والدہ ماجدہ کے ہمراہ آپ نے فرمایا۔ اس سفر میں آپ کے دونوں بھائی اور بہن ساتھ تھے۔ آپ کے بڑے ماموں حضرت سید شاہ غلام غوث صاحب شطاری قبلہ علیہ الرحمہ بھی آپ کے ہم سفر تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سفر بڑا پُر لطف گزرا۔ تمام راستہ میں عجیب کیفیت تھی۔ بری و بحری راستہ میں ہر منزل پر بردۂ شریف و وعظ و میلاد خوانی کے محافل منعقد ہوتے۔ تمام سفر ''دن عید رات شب برات'' کے مصداق گزرا۔

چونکہ آپ کی والدہ محترمہ نے بہ نیت ہجرت سفر فرمایا تھا۔ اس لئے آپ والدہ ماجدہ اور ہر دو بھائی اور بہن کو مدینہ طیبہ میں چھوڑ کر واپس ہو گئے۔ پھر والدہ ماجدہ دوسرے سال بعض اہل برادری بالخصوص اپنے والد ماجد حضرت شیخن احمد صاحب قبلہ شطاریؒ کے اصرار پر اس نیت سے واپس ہوئیں کہ بچوں کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو کر پھر لوٹوں گی۔

تیسرا سفر ۱۳۲۰ھ میں والدہ ماجدہ کو لانے کے لئے آپ نے فرمایا تھا۔ چوتھا سفر ارض مقدس حجاز ۱۳۳۰ھ میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ آپ نے بھی بہ نیت ہجرت فرمایا اور ایک سال مدینہ طیبہ ہی میں قیام فرما رہے۔ ۱۳۳۲ ہجری میں حضرت قبلہ مدظلہ کے اصرار پر کہ مریدین و معتقدین کو ایک بار ملاقات کا شرف بھی میسر ہو جائے اور آپ اپنی صاحبزادی کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو کر سال آئندہ پھر واپس ہو سکتے ہیں۔ آپ نے والدہ ماجدہ کو مدینہ طیبہ ہی میں چھوڑ کر خود معہ زنانہ واپسی کا قصد فرمایا اور اسی سفر میں اثناء راہ میں بمقام جدہ شریف واصل بحق ہوئے۔

۱۳۲۴ھ میں آپ نے عراق کا سفر فرمایا اس سفر میں بھی آپ کی والدہ محترمہ ساتھ تھیں۔ بھائیوں میں صرف منجھلے بھائی یعنے حضرت قبلہ مدظلہ ساتھ تھے۔ بعض مریدین بھی جن میں مولوی تراب علی صاحب جمیلؔ بھی شامل ہیں ہمراہ رکاب تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سفر بھی عجیب پُر کیف تھا بالخصوص بغداد شریف کی حاضری بڑی خاص رہی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

ساغر الفت تھا میں تھا شربت دیدار تھا　　　خوب جی بھر کر پلایا اور پیا بغداد میں

اس زمانہ میں حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب قبلہ نقیب الاشراف حیات تھے۔ حضرت ممدوح آپ کو بیحد چاہتے اور عزیز رکھتے تھے۔ آپ کی وجہ سے آپ کے ساتھ کے خادمین پر بھی بڑی شفقت فرماتے تھے۔ زمانۂ قیام میں کبھی ایک دو روز حاضری نہوتی تو بے چین ہو کر یاد فرماتے۔ جس وقت آپ نے بغداد شریف سے واپسی کا قصد کیا تو حضرت نقیب الاشراف قبلہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ محبت آمیز انداز میں فرمایا کہ ''خدا تم سے پھر کب ملائے گا؟''

اسی طرح کربلائے معلیٰ کی حاضری کا بھی عجیب خاص رنگ رہا۔ جس وقت حاضر ہوئے تو روضہ سیدالشہداء علیہ السلام پر نظر پڑتے ہی سب پر ایک غیر معمولی رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ جالی مبارک سے لپٹ کر بے ساختہ آہ و بکا شروع کی، روتے روتے آنکھیں متورم ہوگئیں۔ حضرت سیدالشہداء علیہ السلام کے دربار میں اکثر شیعی مجمع رہتا ہے۔ تمام شیعہ اصحاب نے جو خادمین سے ہیں۔ **انتم شیعان اھل بیت** کہہ کر خیر مقدم کیا۔ جب ان کو سمجھایا گیا کہ ہم شیعی نہیں بلکہ اہل السنّت والجماعت سے ہیں تو اولاً ان کو یقین نہ آیا۔ من بعد بڑی حیرت سے کہ اہل تسنین میں بھی اہل بیت اطہار سے ایسی محبت رکھنے والے موجود ہیں دیکھنا شروع کیا۔

کربلائے معلیٰ کی حاضری کے بعد نجف اشرف و کاظمین شریفین کی حاضری دی گئی۔ ہر مقام پر ایک خاص رنگ و کیفیت تھی۔ ان تمام مقامات مقدسہ کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد واپسی ہوئی۔ بوقت واپسی جہاز پر ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ جس کو جمیل صاحب نے نظم بھی کیا ہے۔ مولوی تراب علی صاحب جمیلؔ بیان کرتے ہیں کہ میں ہمراہ رکاب ہی تھا۔ جب آپ نے واپسی کا قصد فرمایا تمام تیاری ہوئی ٹکٹ خرید لئے گئے۔ سامان جہاز پر روانہ کیا جارہا تھا۔ جہاز کو نکلنے ایک گھنٹہ باقی ہوگا، ایسے تنگ وقت میں ایک ضعیفہ نے آپ سے معروضہ کیا کہ میرا ٹکٹ نہیں لیا گیا ہے منگوا دیجئے۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ان کا ٹکٹ جلد لے لو جب تک ہم تمہارا سامان لے کر چلتے ہیں۔ میں بہت خوب کہہ کر تعمیل حکم میں چلا، ادھر میرا سامان اور میرے متعلقین جو ہمراہ تھے حضرت کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ جب میں

نے ٹکٹ گھر پہونچ کر (جو کافی فاصلہ پر تھا) ٹکٹ خریدنا چاہا تو ٹکٹ ماسٹر نے مجھ سے کہا کہ اب آپ ٹکٹ خرید کر کیا کریں گے جہاز کو نکلنے صرف دس (۱۰) منٹ باقی رہ گئے ہیں، آپ کے پہنچنے تک جہاز چھوٹ جائے گا۔ اس خبر کے سنتے ہی زمین میرے تلوؤں کے نیچے سے نکل گئی، بدحواسی طاری ہوگئی، کیونکہ عزیز و اقارب رقم لباس سب کچھ حضرت کے ساتھ روانہ ہو چکا تھا اور میں اس نئے مقام پر تنہا تھا۔ میں نے گھبرا کر اس سے کہا کہ "اب میرے مقسوم میں جو ہونا ہے ہوگا تم ٹکٹ تو دیدو" ٹکٹ خریدا اور بدحواسی کے عالم میں جس قدر تیز چل سکتا تھا چلتا ہوا سمندر کے کنارے پہنچا، کشتی میں سوار ہوا تو دیکھا کہ جہاز تو موجود ہے لیکن جہاز کی سیڑھی کھینچنے کی تیاری ہو رہی ہے میں نے کشتی ران سے کہا کہ جتنا جلد ہو سکے مجھے جہاز تک پہنچا دے۔ خیر خدا خدا کر کے جہاز تک پہنچ گیا، جہاز پر تیزی کے ساتھ سوار ہونا چاہا تو کشتی ران نے میرا دامن تھام لیا کہ کرایہ ادا کرو، میں جب میں دیکھتا ہوں تو ایک پیسہ نہیں، میں نے فوراً اپنے جیب سے گھڑی نکالی اور کشتی ران کے حوالہ کی کہ سردست تو اس کو اپنے پاس محفوظ رکھ۔ میں جہاز پر سے کرایہ لا کر دیتا ہوں، اس نے گھڑی رکھ کر میرا دامن چھوڑ دیا، بعد میں کشتی ران کے پیسے ادا کر کے گھڑی واپس لے لی۔

اب یہاں کا واقعہ سنئے کہ جب جہاز کے نکلنے کا وقت آیا تو جہاز کے کپتان نے لنگر اٹھانے کا حکم دیا۔ چونکہ اس وقت تک جمیل صاحب پہنچے نہ تھے اس لئے ان کے تمام متعلقین نے، جو ہم سفر تھے، رونا شروع کیا۔ جب حضرت کو اطلاع ملی تو آپ فوراً جہاز کی سیڑھی کے پاس آگئے اور اپنا ہاتھ ٹیک کر آنکھیں میچ لیں۔ خلاصیوں نے ہر چند سیڑھی کو اٹھانے کی کوشش کی مگر سیڑھی اُٹھتی نہ تھی۔ کپتان کو اطلاع ملی وہ بھی آ گیا۔ دوربین سے اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا کہ سیڑھی کسی جا پھنس تو نہیں گئی مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ پھر سیڑھی اٹھانے کی کوشش کی گئی مگر ناکام رہے۔ اس کشمکش میں بیس منٹ سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ اس عرصہ میں دور سے جمیل صاحب آتے دکھائی دیئے۔ تمام متعلقین کے قلوب میں ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ مگر حضرت آنکھیں بند کئے اس وقت تک اسی طرح کھڑے رہے جب تک کہ جمیل صاحب اوپر نہ آگئے اور سبھوں

نے ملاقات کی تو اس گڑبڑ سے آپ نے آنکھیں کھولیں اور اس مقام سے ہٹے، سیڑھی کھنچ گئی۔ پھر آپ نے جمیل صاحب سے دریافت فرمایا کہ تم آگئے۔ جمیلؔ صاحب نے قدموں پر سر رکھ کر روتے ہوئے عرض کی کہ پیر و مرشد حاضر ہوگیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جب سے تمہارے واسطے جہاز کی سیڑھی رکھی ہوئی تھی۔ سب کہتے ہیں اس وقت ہم کو معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف تھا کہ آپ ہی نے محض جمیل صاحب کی خاطر جہاز کی سیڑھی کو روک رکھا تھا۔

جن لوگوں نے جہاز کا سفر کیا ہے یا کم از کم جہاز کو دیکھا ہے، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ بغیر جہاز کی سیڑھی کھینچے جہاز روانہ نہیں ہوسکتا اور جس طرح ریل کے اوقات مقرر ہیں اسی طرح جہاز کے بھی معین ہیں۔ اوقات مقررہ سے کسی کی خاطر پانچ منٹ کا تجاوز بھی کمپنی کے حکم کے بغیر جائز نہیں سمجھا جاتا ہے۔

متفرقات:

آپ وعظ بھی فرماتے تھے۔ محفل وعظ بھی بڑی خاص و پُر اثر ہوتی۔ اسی طرح مجالس سماع بھی آپ کی بڑی خاص ہوتیں۔ متعدد دفعہ ایسا ہوا کہ اہل محفل سے ایک بھی ہوش میں نہ رہا۔ سب پر ایک رقت کی کیفیت طاری رہی حتیٰ کہ بچے بھی رو رہے تھے۔ محفل سماع میں بالعموم آپ نظر سے توجہ دیا کرتے تھے۔ اکثر ایسا ہوا کہ جس کسی کو آپ نے محفل سماع میں ایک دو مرتبہ ملاحظہ فرمایا اس پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ از خود رفتہ ہوگیا۔

مولوی تراب علی صاحب جمیلؔ بیان کرتے ہیں کہ محمد یوسف نامی میرے ایک دوست ہندوستان کے کسی ایک ضلع کے باشندے تھے۔ ہمیشہ مجھ سے کہا کرتے کہ سماع میں لوٹنا، کودنا، ناچنا، یہ سب سوانگ ہے البتہ خدا کی محبت میں آنسو بہنا محبت کی دلیل ہے۔ ایک روز حضرت کے پاس سماع کی محفل تھی۔ میں انھیں مجبور کر کے اپنے ساتھ لایا اور کہا کہ ہمارے حضرت کے پاس کی مجلس کو دیکھو۔ میں اور وہ ملکر حاضر ہوئے مجلس ہو رہی تھی، تمام محفل پر رقت طاری تھی۔ حضرت پر بھی کیف طاری تھا ٹہلتے ٹہلتے حضرت ان کے پاس تشریف لائے، غور سے ان کو

ملاحظہ فرمایا جس کے ساتھ ہی ان پر اس قدر شدت کا کیف طاری ہوا کہ بیخود ہو گئے۔ پٹکیاں کھانے لگے۔ بعد میں انھوں نے اپنے خیال سے توبہ کی اور ہمیشہ حضرت کے پاس کی ہر مجلس میں شرکت کی کوشش کرتے رہے۔ حالانکہ وہ حضرت کے سلسلہ سے کوئی تعلق بھی نہ رکھتے تھے۔

حضرت قبلہ مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضرت کے زمانہ میں عرس شریف کے تمام کاروبار مجھ ہی سے متعلق رہتے تھے۔ مجلس سماع میں اکثر میں حضرت ہی کے پیچھے بیٹھتا۔ اثناء مجلس میں اگر کوئی برخاست کرنا چاہتا تو آپ میری جانب ملاحظہ فرما کر اشارہ سے ان کو کھانے کے لئے لے جانے فرماتے جس کی تعمیل میں، میں اُن کو کھانے کے مقام پر لے جا کر چلا جاتا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ آپ میری طرف دیکھتے اور کچھ نہ فرماتے، میں منتظر رہتا کہ شائد کسی کو لے جانے کے لئے ارشاد ہوگا لیکن ایک دو مرتبہ جب اس طرح آپ ملاحظہ فرماتے تو مجھ پر اس قدر شدت کا کیف طاری ہوتا کہ کسی کے سنبھالے سنبھل سکتا نہ تھا۔

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک عرس شریف میں چراغوں کا روز تھا، مجلس ہو رہی تھی۔ دو تین چوکیاں ختم ہو چکیں لیکن مجلس ٹس سے مس تک نہ ہوئی۔ آخر ایک چوکی بیٹھی اور اس نے یہ شعر شروع کیا ؎

اک تیر پھینکتا جا بانکی کمان والے　　　اک ہو نظر ادھر بھی او آن بان والے

اس پر آپ نے ''اک تیر پھینکتا جا'' فرماتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اس ارشاد کے ساتھ ہی مجلس تمام لوٹ پوٹ گئی، معلوم ہوتا تھا کہ تیر پر تیر برس رہے ہوں۔

آپ کے کشف و کرامات کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ اعراس وغیرہ کے مواقع پر کئی دفعہ ایسا ہوا کہ لوگ جب زیادہ آ گئے اور کھانا کم پڑنے کا اندازہ ہوا تو آپ نے اپنی چادر مبارک دیگ پر اڑھادی جس کے بعد تمام حاضرین بحمد للہ تعالیٰ فارغ ہو چکے، کوئی شخص ایسا نہ رہا جس کو کھانا میسر نہ آیا ہو۔

حکیم شیخ داؤد صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں سویرے حضرت کی قدمبوسی کے لئے قاضی پورہ میں حضرت کے دولت سرا پر حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت نماز صبح کے ساتھ ہی تالاب میر عالم پر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں وہیں حاضر ہوا۔ آپ پانچ چھ خادمین کے

ہمراہ اپنی زمین موقوعہ تالاب میر عالم کی صفائی میں مصروف تھے۔ تخمیناً ۸ بجے آپ کے لئے مکان سے ناشتہ آیا جس میں دو پراٹھے اور کچھ قیمہ تھا۔ آپ نے ان پراٹھوں کے ٹکڑے کئے اور سب کو پاؤ پاؤ روٹی تھوڑا تھوڑا قیمہ سرفراز فرمایا۔ میرے حصہ میں بھی پاؤ روٹی اور قیمہ ملا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اس قدر تھوڑی سی روٹی سے کیا فائدہ؟ کسی کا بھی پیٹ بھر نہیں سکتا بہتر ہوتا کہ حضرت خود ہی تناول فرماتے۔ خیر تعمیل حکم میں روٹی لی اور کھائی، مگر کیا بتاؤں کہ اس تھوڑے سے ٹکڑے نے کیا اثر کیا کہ بارہ بجے دن تک مجھے بالکل اشتہا نہ تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ پیٹ بھر کھانا کھالیا ہے۔

حکیم یاور محمد خاں صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ نماز جمعہ سے فارغ ہوکر حضرت مکہ مسجد سے نکلے۔ آپ کے ساتھ پندرہ بیس خادمین بھی تھے۔ مسجد کے دروازہ پر آپ کے ایک خادم نے عرض کی کہ آج مالن بی صاحبہ (جو حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کی خادمہ تھیں) کے پاس دعوت ہے تشریف لے چلنا۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی آپ نے تمام مریدین ہمراہ سے مخاطب ہوکر دعوت میں ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ سب آپ کے ساتھ ہو گئے مکان دعوت پر پہنچے۔ داعیہ نے مختصر پیمانہ پر تیاری کی تھی، جو کچھ تیار تھا سامنے لاکر رکھ دیا۔ آپ دسترخوان پر تشریف رکھے۔ آپ کے ساتھ سب خادمین بھی بیٹھ گئے۔ مگر حیرت اس کی رہی کہ جتنے لوگ دسترخوان پر تھے سب اسی کھانے میں شکم سیر ہو گئے۔

آپ کی زبان مبارک میں یہ اثر تھا کہ جو زبان مبارک سے نکلتا پورا ہوکر رہتا۔ چنانچہ مولوی تراب علی صاحب جمیل بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے انتقال کے بعد علاتی والدہ صاحبہ نے مہر وغیرہ سے متعلق عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ ایک عرصہ تک مقدمہ چلا بالآخر چونکہ زر مہر زیادہ تھا اس لئے جائیداد ہراج کر کے زر مہر دلانے کا عدالت نے تصفیہ کیا۔ مکان کا ہراج شروع ہوا۔ جب تیسری بولی ہونے لگی تو میں سیدھے حضرت کے پاس حاضر ہوا اور متاثر ہوکر عرض کیا کہ اب تو سر چھپانے جگہ بھی نہیں رہی مکان ہراج ہو رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے بہت افسوس فرمایا اور تھوڑے سے سکوت کے بعد حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کے مزار مبارک

کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ اچھا جاؤ ابھی ہراج نہ ہوگا۔ جمیلؔ صاحب کہتے ہیں جب میں گھر آیا تو دیکھا کہ عدالتی لوگ سب برخواست کر گئے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آج ہراج موقوف ہوگیا۔ وجہ دریافت کیا تو علم ہوا کہ بوقت ہراج کوتوال صاحب بلدہ اتفاق سے اسی طرف سے گزر رہے تھے جب مکان کے ہراج ہونے کا علم ہوا تو ٹھہر گئے اور کہا کہ یہ مکان حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے چلہ کے بالکل محاذی ہے۔ چونکہ چلّہ شریف کی عمارت سرکاری نگرانی میں ہے اس لئے اس مکان کا ہراج بدون منظوری سرکار درست نہیں، میں سرکار سے عرض کروں گا۔ فی الحال ہراج ملتوی کیا جائے کہ از روئے قانون سرکار کو حق شفعہ بھی حاصل ہے۔

کوتوال صاحب کے اس بیان کو عدالت نے تسلیم کر لیا اور اس وقت ہراج ملتوی ہوگیا۔

سلیمہ خاتون صاحبہ محل نواب صاحب رنمست پورہ مرحوم بیان کرتی تھیں کہ دوازدہم یا یازدہم شریف کا مہینہ تھا۔ حضرت کے پاس مجالس وعظ ہورہے تھے۔ روزانہ وعظ سننے میں بھی حاضر ہوا کرتی تھی۔ اسی زمانہ میں میری لڑکی کے لئے میرے دیور کے فرزند مسمی مصطفیٰ علی خان کا پیام آیا۔ چونکہ لڑکا خاندان ہی کا تھا۔ اس لئے کچھ دریافت وغیرہ تو کرنا نہ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ حضرت سے معروضہ کریں۔ اگر اجازت مل جائے تو نسبت کا قرارداد کیا جائے۔ مگر عرض کرنے سے قبل اس لڑکے کو حضرت کو دکھا دینا بھی مناسب ہوگا کہ اس لڑکے کو حضرت نے اب تک ملاحظہ نہیں فرمایا ہے۔ بایں خیال میں نے اس لڑکے کو ایک روز مجلس وعظ میں بلا لیا اور حسب عادت میں بھی اپنی لڑکی کو ساتھ لئے حاضر ہوگئی۔ اس وقت تک اس نسبت کا کچھ تذکرہ ہی نہیں ہوا تھا۔ میں زنانہ میں اندر تھی اور وہ لڑکا باہر سب کے ساتھ مجلس میں شریک تھا۔ وعظ ختم ہوا تمام حاضرین جب حضرت سے قدمبوسی کرنے بڑھے یہ لڑکا بھی سب کے ساتھ بڑھ کر قدمبوس ہوا۔ کسی نے اس کا حضرت سے تعارف کرایا نہ کچھ عرض کیا گیا جوں ہی اس نے ملاقات کی آپ نے فوراً اپنے گلے سے پھولوں کا ایک ہار نکال کر اس لڑکے کے گلے میں ڈال دیا۔ وہ لڑکا حیران تھا کہ بلا کسی تعارف کے پہلی ملاقات میں آپ نے یہ پھول مجھے کیوں پہنائے؟

مردانہ سے فارغ ہو کر جب زنانہ میں تشریف لائے تو سلیمہ خاتون صاحبہ کہتی تھیں کہ میں اور میری لڑکی نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا، جیسے ہی لڑکی ملی آپ نے بقیہ پھول کے ہار اس لڑکی کے گلے میں ڈال دیئے۔ اس کے بعد تشریف رکھ کر سب سے گفتگو فرمانے لگے تو میں نے اپنی لڑکی کی نسبت کا تذکرہ چھیڑا کہ لڑکے کو بھی آپ کو دکھانے کے لئے لے آئی ہوں آپ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ ہم نے تو اس سے پہلے ہی دلہا دولہن دونوں کو پھول پہنا دیئے یعنے آج ان دونوں کی منگنی ہو گئی اب مزید کیا پوچھتے ہو؟

راویہ کہتی تھیں کہ میں حیران تھی کہ حضرت کو اس کا کیونکر علم ہوا۔ بالآخر وہی نسبت قرار پائی اور شادی ہوئی۔

آپ تعویذ بھی دیتے اور آپ کے معالجات بھی خاص ہوتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت مرید ہوئی جس پر شیاطینی اثرات تھے، متعدد علاج و معالجہ ہونے کے بعد بھی اس کو جب فائدہ نہ ہوا تو مجبوراً اس کو آپ کے سلسلہ میں اس لئے داخل کرا دیا گیا کہ شائد مریدی کی برکت سے خدا کا فضل ہو جائے۔ اس عورت کو آپ نے داخل سلسلہ فرمایا، اس کے بعد اس کی تمام کیفیت آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے دوات قلم طلب کر کے یہ شعر ایک کاغذ پر تحریر فرمایا:

میں تو پیران پیر ہی کی ہو گئی رے   میری میلی چندریا دھو گئی رہے

اور اس کا تعویذ بنا کر یہ فرماتے ہوئے سرفراز فرمایا کہ "لو اور اس کو گلے میں ڈال دو" کہا جاتا ہے کہ اسی روز سے وہ عورت اچھی ہو گئی کوئی شکایت باقی نہ رہی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اور ایک عورت ابی طرح آسیبی اثرات سے پریشان تھی جب اس کو آپ کے پاس حاضر کیا گیا تو آپ نے اس عورت پر اپنی چادر مبارک اپنے کندھے سے نکال کر اڑھادی جس کے بعد سے وہ عورت بالکل اچھی ہو گئی۔

غلام دستگیر نامی حضرت کے ایک خادم بیان کرتے تھے کہ میرے پاس ایک پروردہ چھوکری تھی، اس پر بھی کچھ آسیبی اثرات تھے۔ ایک روز اس نے ناچنا، ہنسنا، دیوانے حرکات کرنا شروع کر دیا، میں فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام کیفیت عرض کی کہ آج

میری چھوکری کا یہ حال ہے۔آپ اس کیفیت کو سماعت فرماتے ہی میرے ساتھ ہو گئے، مکان میں رونق افروز ہوئے جیسے ہی حضرت تشریف فرما ہوئے وہ بالکل اچھی ہوگئی۔ تھوڑی دیر تشریف رکھنے کے بعد آپ نے مراجعت فرمائی۔ تھوڑا سارا راستہ بھی حضرت نے طے نہ فرمایا ہوگا کہ پھر وہ اسی طرح دیوانے حرکات کرنے لگی تو میں پھر دوڑتا ہوا پہنچا اور راستہ ہی میں حضرت سے ملکر واپس لایا۔ جیسے ہی حضرت رونق افروز ہوئے وہ اچھی ہوئی اور صحت مند آدمی کی طرح آپ کے سامنے مودب دوزانو بیٹھ گئی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی پیٹ پر اپنی انگلی سے ملنا شروع کیا تھوڑا سا میل نکال کر بتی بنائی اور اس سے اس چھوکری کو مارا جس کے ساتھ ہی وہ اچھل پڑی جیسے کوئی شخص نیند سے چونک کر بیدار ہوجاتا ہے اس کے بعد وہ بالکل اچھی ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ بعد نماز جمعہ مکہ مسجد سے آپ واپس ہو رہے تھے۔ دروازہ کے پاس ایک شخص نے آپ سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ میرے عزیزوں میں ایک شخص پر سخت آسیبی اثرات ہیں۔ کیفیت یہ ہے کہ ''مرمرا'' کہہ کر وہ چیختا ہے جب دیکھا جائے تو واقعی جسم کے متعدد مقامات پر زخم دکھائی دیتے ہیں جیسے کسی نے چھری سے کاٹ دیا ہے۔ جہاں کسی کا علاج شروع کیا گیا کہ غیب سے ایک ڈوری اس کے گلے میں آپڑتی ہے جس میں چٹھی لکھی ہوئی آویزاں رہتی ہے۔ اس چٹھی پر معالج کے نام کے ساتھ یہ لکھا رہتا ہے کہ اس کو معلوم ہو کہ اس کا علاج چھوڑ دے ورنہ میں اس کی بھی مٹی خراب کر دوں گا''۔ اس لئے اب حضرت ہی کی امداد کی ضرورت ہے۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اچھا جاؤ اس سے کہہ دو کہ ''عثمان میاں نے تجھے جانے کے لئے کہا ہے''۔

وہ صاحب کہتے تھے کہ جیسے ہی میں نے جا کر تعمیل حکم میں ارشاد سنایا اس کے بعد وہ کیفیت بالکل جاتی رہی۔

علاوہ ازیں بہت سے آسیب زدہ فقط حضرت کے دست فیض اثر پر بیعت کرنے کے بعد بالکل صحت مند ہو گئے کوئی شکایت باقی نہیں رہی۔

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے اس وقت وہاں

اہل مدینہ سے ایک صاحب بعارضہ خناق مبتلا ہوئے۔ تکلیف اس قدر زیادہ تھی کہ حلق سے ایک چمچہ پانی بدقت تمام اترتا تھا، اس تکلیف سے وہ اس قدر بے چین ہوجاتے کہ لوٹنا شروع کردیتے۔ اس بے چینی کی حالت میں اکثر وہ حضرت کو بلواتے، حضرت تشریف لے جاتے اوران پر دم کرتے جاتے۔ جیسے ہی حضرت دم فرماتے وہ لوٹتے لوٹتے آپ کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ جاتے۔ جب تک آپ کے زانو پر ان کا سر رہتا سکون رہتا جہاں زانو سے سر ہٹا کہ پھر وہی تکلیف شروع ہوجاتی۔ اس لئے وہ حضرت کو اپنے پاس سے ہٹنے نہ دیتے تھے۔ نماز وغیرہ کے لئے بدقت تمام آپ وہاں سے نکلتے تو تھوڑی دیر نہ گزرتی کہ پھر آدمی آپ کو بلانے کیلئے آتا۔ بہر حال کئی روز تک یہی سلسلہ رہا۔ اس کے بعد حضرت کی دعا کی برکت سے ان کو صحت ہوئی۔

روشن علی صاحب (جن سے حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کی ایک پروردہ منسوب تھیں) بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سخت علیل ہوگیا۔ علالت ایسی بڑھ گئی کہ بستر سے اٹھنا بار تھا۔ میری اس حالت کو دیکھ کر حضرت نے مجھے اپنے پاس بلالیا اور اپنے دولت سرا کے ایک کمرہ ہی میں مجھے رکھا۔ تھوڑے روز کے بعد میری طبیعت سنبھلی، قدرے آرام ملا۔ ایک روز میں اپنے کمرہ سے بدقت تمام نکل کر حضرت خواجہ محبوب اللہ کے چبوترہ درگاہ شریف پر نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت کسی کے پاس دعوت میں جانے کیلئے نکلے اور مجھے دیکھ کر ساتھ چلنے کا حکم دیا میں نے عرض کی کہ مجھ میں ابھی اتنی طاقت نہیں کہ ساتھ چل سکوں تو ارشاد ہوا کہ لکڑی ٹیکتے ہوئے چلو۔ تعمیل حکم میں مجبوراً ساتھ ہوگیا۔ قاضی پورہ سے شاہ علی بنڈہ تک آپ مجھے ساتھ لے گئے۔ وہاں جانے کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اب تم گھر واپس جاؤ ہم جاتے ہیں"۔ شاہ علی بنڈہ سے بدقت تمام قاضی پورہ لوٹا مگر کیا بتاؤں کہ اس کے بعد سے ایسی قوت پیدا ہوگئی کہ اچھی طرح چلنے پھرنے لگا۔

حکیم شیخ داؤد صاحب ساکن تکیہ مغل فقیر (جو حکیم امانت علی صاحب مرحوم کے دواخانہ میں کام کرتے تھے) بیان کرتے تھے کہ حضرت کی مجھ پر خاص نظر عنایت تھی۔ جو نسخہ میں کسی

بیمار کے لئے تجویز کرتا حکیم امانت علی صاحب بہت پسند کرتے۔ بعض دفعہ متحیر ہو کر کہتے کہ یہ ادویات اگر چہ ہمارے دواخانہ ہی کی ہیں لیکن میرے ذہن سے خود نکل گئی تھیں۔ بہر حال حضرت کی تشریف فرمائی تک میرے معالجات کا عجیب و غریب حال رہا کہ میں خود حیران رہتا تھا۔ حضرت کے وصال کے بعد سے وہ تمام جودت اور ذہن کی رسائی مجھ میں نہ رہی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مسمی غوث خاں صاحب معتمد اسٹیٹ نواب صاحب ساکن ٹٹی کوکہ کی اہلیہ آسیبی اثرات میں مبتلا تھیں ایک عرصہ تک حضرت کے زیر علاج رہیں۔ اکثر وہ آتے کیفیت عرض کرتے آپ نقوش میں ردوبدل فرماتے مگر صحت نہ ہوتی۔ ایک عرصہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ آخر ایک روز غوث خاں صاحب نے بگڑ کر عرض کیا کہ حضرت اب میں تنگ آ گیا ہوں آج سے علاج موقوف کر دینا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ہم تو ابھی بیزار نہیں ہوئے مگر تم بیزار ہو گئے؟ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت آخر کب تک میں آپ کو تکلیف دیتا رہوں۔ اس پر آپ نے قلم اٹھایا اور ایک تعویذ لکھ کر سرفراز فرمایا جس کے باندھتے ہی تمام شکایت جاتی رہی بالکل صحت ہو گئی۔

وہ کہتے تھے کہ میں بیحد حیران ہوا کہ اس سے پہلے متعدد نقوش حضرت نے دیئے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا، اس نقش پر ایسا کیا اثر ہے؟ اس کو کھول کر دیکھنا چاہئے۔ میں اس تعویذ کو کھول کر دیکھا تو یہ کوئی نقش تھا نہ اسم بلکہ صرف یہ عبارت تحریر تھی۔

"تو جاتا یا میں آؤں"

بہر حال ہر ادا خاص، ہر بات نرالی، کہ دیکھنے والا بے ساختہ چیخ اُٹھتا تھا:

ع بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

روشن علی صاحب مولود خوان مرحوم بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے ہاتھ میں ایک پیسہ نہ تھا عید آ گئی تھی۔ میں اس خیال سے کہ حضرت سے ایک دو روپیہ مانگ لوں گا، گھر سے نکلا، جب حضرت کے دولت سرا پر پہنچا تو آپ باہر سے برخواست فرما کر مکان میں تشریف لے جا رہے تھے۔ میں سلام عرض کر کے قدمبوس ہوا، آپ مجھ سے ملاقات فرما کر بغیر کچھ

استفسار فرمائے اندر تشریف لے گئے۔ میں حضرت کے انتظار میں باہر ہی ٹھہرا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اندر سے دو روپیہ لاکر مجھے سرفراز فرمائے، میں نے اس خیال سے کہ شائد کچھ حکم ہوگا عرض کی کہ کیا کروں ''تو فرمائے لیجاؤ۔ عید آگئی ہے کام میں لالو''۔

یوسف علی صاحب مولود خوان بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک دوست نجف علی صاحب نامی نے مجھ سے کہا کہ مرشد ایسا ہو کہ ایک ہی نظر میں خدا تک پہنچادے، میں نے ان سے کہا کہ میرے پیر و مرشد قبلہ کے پاس چلو انشاء اللہ تمہارا مقصد پورا ہوجائے گا، میں اور وہ ملکر جس وقت حاضر ہوئے حضرت حوض پر تشریف فرما تھے۔ سلام علیک کے بعد بغیر کسی گفتگو کے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یوسف علی صاحب تم نے سنا کہ ایک شخص پیالہ خریدتا ہے۔ اس میں تیل ڈالتا ہے بتی بنا کر اس میں رکھتا ہے اس کے بعد آکر کہتا ہے اس کو روشن کردو تو روشن کرنے والا اُس کو روشن کر دیتا ہے مگر بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ہم ہی کو پیالہ خرید کو لاؤ تیل بھی ڈالو بتی بھی بانٹ کر رکھو پھر روشن بھی کرو کہتے ہیں۔ ''یہ خیال کس حد تک صحیح اور ان کا یہ کہنا کس حد تک درست ہے؟ غور طلب ہے''۔

حضرت کے اس ارشاد پر نجف علی صاحب اور میں دونوں متحیر ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے تھے کہ بلا کچھ عرض کئے جواب ادا ہو رہا ہے اور ہماری گفتگو کا آپ کو کیونکر علم ہوگیا؟ آخر نجف علی صاحب نے واپس ہونے کا ارادہ ظاہر کیا، ہم دونوں واپس ہوگئے۔

دارالشفاء والی بی بی بیان کرتی تھیں کہ ایک دفعہ حضرت مکان میں مطالعہ کتب میں مشغول تھے۔ ایک چڑیا اندر دالان میں آکر قطعہ کے (جو دالان میں آویزاں تھا) آئینہ پر چونچ مارتے ہوئے پکارنا شروع کیا تو آپ نے اس کو چادر سے اڑایا۔ اس کے بعد دوبارہ پھر وہ آکر چیخنے لگی تو آپ نے غصہ سے ''مرکمبخت'' فرما کر اس کو اڑایا کیونکہ اس کے بار بار چیخنے سے آپ کے مطالعہ میں خلل ہو رہا تھا۔

راویہ کہتی تھیں کہ چڑیا اس وقت تو اُڑ گئی۔ وہاں سے پھر اُڑ کر ایک سوراخ میں داخل ہوئی اور چیخنا شروع کیا تو میں نے عرض کیا کہ صاحب! چڑیا کو مار ڈالے؟ اس پر آپ ''ہاں'' فرما کر

اُٹھے اور اس سوراخ پر لکڑی سے آواز کی تو چڑیا اندر سے نہ نکلی آخر اس سوراخ کے اندر لکڑی ڈال کر ہلایا تو اندر سے مردہ چڑیا کے پر جھڑے۔ نہیں معلوم کہ اندر کون جانور تھا کہ چڑیا کے داخل ہوتے ہی اس کو شکار بنالیا، یا کیا گزری؟

بیان کیا جاتا ہے کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کسی سے ملاقات کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ ''یہ تو ہمارے آدمی ہیں'' چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ وہ کچھ دن کے بعد داخل سلسلہ ہوئے۔

حاجی یوسف علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے برادرزادہ مسمی امیر علی شاہ صاحب حضرت کے خاص خادمین سے تھے۔ میں اس وقت داخل سلسلہ نہ ہوا تھا۔ ایک دفعہ امیر علی شاہ صاحب کے ساتھ حاضر ہوا۔ امیر علی صاحب نے حضرت سے میرا تعارف کرایا تو آپ نے مجھے ملاحظہ فرماتے ہی فرمایا کہ ''یہ تو ہمارے آدمی ہیں'' اس ارشاد کے عرصہ بعد میں نے غلامی میں داخل ہونے کی عزت حاصل کی اور خلافت سے بھی سرفراز ہوا۔

اس طرح کے اور بہت سے واقعات مشہور ہیں جن کو جمع کیا جائے تو ایک بسیط کتاب ہوگی اس لئے ہم صرف ان چند واقعات پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپ کے ہم عصر شیوخ سب آپ کا احترام کرتے اور آپ کی تعریف فرماتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ خاں صاحب جوکلی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سرور میاں صاحب بیابانی علیہ الرحمہ کی حضرت سید عمر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس دعوت کی۔ حضرت ممدوح تشریف لائے تو پہلے حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کے مزار مبارک پر فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے۔ فاتحہ کے بعد بہت دیر تک مزار شریف کے پاس مراقب رہے۔ اس کے بعد لوٹتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ ''یہاں کے سجادہ نشین صاحب کہاں رہتے ہیں'' میں نے جواب دیا کہ یہی سامنے والے مکان میں۔ کیا میں حضرت کو اطلاع کروں؟ ''فرمائے ہاں! اگر حضرت کچھ مصروف نہ ہوں تو ملاقات کرلیں گے''۔ میں نے فوراً بڑھ کر دروازہ پر دستک دی اور عرض کیا تو حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہ قدس سرہٗ باہر رونق افروز ہوئے۔ دونوں حضرات کی بہت گرم جوشانہ ملاقات رہی۔ اس کے بعد حضرت سرور میاں صاحب قبلہؒ آپ سے بہت دیر تک مسجد میں مصروف گفتگو رہے۔ واپسی کے وقت مجھ سے یہ فرماتے ہوئے گئے کہ

آپ نے پہلے تو سخت ناراضی ظاہر کی اور فرمایا کہ بچی کو تم اپنے ساتھ لے جا کر ان کی نانی کے حوالے کر دو۔ میں اب واپس ہونا نہیں چاہتا۔ من بعد جب میرا اصرار حد سے تجاوز کر گیا تو فرمایا کہ اچھا آج بارگاہ رسالت پناہی میں معروضہ کروں گا۔ اگر اجازت مل جائے تو چلوں گا ورنہ نہیں۔ چنانچہ دو روز مغرب سے عشاء تک آپ حرم نبوی علیہ ﷺ میں مراقب رہے۔ دوسرے روز بعد عشاء میں نے دریافت کی تو فرمایا کہ اجازت تو مل گئی ہے لیکن میں پھر غور کر لینا چاہتا ہوں۔ تیسرے روز پھر آپ اسی طرح مغرب سے عشاء تک مراقب رہے اور عشاء کے بعد مسرت سے فرمایا کہ تمہاری خواہش پوری ہوئی اجازت مل گئی ہے، ہم چلیں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اجازت تو پہلے ہی مل چکی تھی لیکن مجھے سرکار دو عالم ﷺ کی جدائی بار گزر رہی تھی اس لئے میں نے مکرر معروضہ کیا کہ سرکار کو چھوڑ کر جانے دل نہیں چاہتا ہے۔ اس پر آج آقائے نامدار (روحی فداہ) کا کرم آمیز حکم ہوا۔

"اگر تم کو ہماری جدائی بار گزر رہی ہے تو چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں"۔

اس عنایت آمیز حکم سے اب میرا قلب مطمئن ہوا اور اب میں تمہارے ساتھ چلنے آمادہ ہوں۔ آپ کی اس رضامندی و آمادگی پر میں مسرت سے باغ باغ ہو گیا۔ فوراً سفر کی تیاری شروع کی۔ آپ بھی والدہ ماجدہ سے اجازت حاصل کر کے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ مدینہ طیبہ سے نکلنے تک آپ کی طبیعت بالکل اچھی تھی۔ البتہ آپ کے محل میں (یعنے صاحبزادی حضرت مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی) علیل تھیں۔

علالت کا سلسلہ

تیسری منزل پر آپ کو بخار آیا تو میں نے مولوی حکیم محمود صمدانی صاحب طبیب قافلہ سے آپ کو رجوع کر کے دوا شروع کی۔ جب رابغ پہنچے تو آپ کچھ متفکر نظر آتے تھے۔ منزل رابغ پر میں نے آپ کے لئے دوا لانے حکیم محمود صمدانی صاحب کے پاس جانے نکلا تو اتفاق سے حکیم صاحب حضرت کو دیکھنے ہی آ رہے تھے۔ حکیم صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ جا کر دوا لے لیجئے۔ اس وقت تک میں حضرت ہی کے پاس ٹھہرتا ہوں، میں بہت اچھا کہہ کر دوا لانے

''باپ کی بو باس اسی گل میں ہے''

اور فرمایا کہ ''ماشاءاللہ عثمان میاں صاحب کی بڑی ممتاز کیفیت ہے''۔

ہجرت کا قصد

۱۳۲۹ھ کو بلدہ حیدرآباد میں طاعون کا جس شدت سے حملہ ہوا اس سے ساکنین بلدہ بخوبی واقف ہیں۔اس طاعون میں حضرت کے محل محترم اور ایک صاحبزادی جو بارہ یا تیرہ سال کی ہونگی انتقال کرگئیں۔ہمشیرہ کا بھی اسی مرحلہ میں انتقال ہوا۔آپ کے عم محترم حضرت سید عمر صاحب قبلہ نے بھی اسی میں رحلت فرمائی۔جس کا آپ کے قلب پر بہت صدمہ تھا۔

۲۵؍شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ کو آپ نے اپنے پھوپی زاد بھائی حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی کی صاحبزادی سے عقد فرمایا۔شوال ۱۳۳۰ھ کو والدہ محترمہ کے ساتھ (جنھوں نے پہلے ہی سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا تھا) معہ محل محترم و صاحبزادہ و صاحبزادی کے عازم حرمین شریفین ہوئے۔

اس سفر کی روانگی کا منظر بھی عجیب دردانگیز تھا۔مریدین و معتقدین و قرابت دار احباب سب حضرت کو گھیرے ہوئے رو رہے تھے۔سب کو آپ کی جدائی بے حد گراں تھی بالخصوص وہ منظر عجیب تھا جبکہ پیر بہنوں سے ملاقات کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ''اچھی طرح مجھے دیکھ لو ممکن ہے کہ پھر تم نہ دیکھ سکو''۔اس ارشاد پر تمام گھر میں کہرام مچ گیا۔تمام چیخیں مار مار کر رو رہی تھیں۔یہ گویا آپ نے اپنے وصال کی پیش گوئی فرمادی تھی۔

مدینہ طیبہ سے واپسی

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ۱۳۳۱ھ میں حضرت سے ملنے کے ارادے سے میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور وہاں پہونچ کر آپ کو اس بار پر مجبور کیا کہ چند ماہ کے لئے کم از کم آپ پھر حیدرآباد تشریف لے چلیں کہ آپ کی جدائی سے تمام پیر بھائی بے چین ہیں۔دوسرے آپ اپنی صاحبزادی کا بھی وہاں کچھ انتظام فرما کر پھر واپس تشریف لائیں تو مناسب ہوگا۔اس پر

گیا اور حکیم صاحب آپ کے پاس حاضر ہوئے ۔ میں دوا لایا تو حکیم صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت کو بخار بالکل معمولی ہے مگر حضرت بہت متاثر معلوم ہو رہے ہیں چنانچہ ابھی ابھی ایک عجیب واقعہ ہوا وہ یہ کہ میں حضرت کے سامنے ہی بیٹھا ہوا تھا آپ نے مجھ سے باتیں کرتے کرتے آسمان کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ ''خیر مدینہ کا نہیں تو نہیں جدہ ہی کا کردو'' حضرت کے اس مایوسانہ ارشاد پر میں نے کہا کہ آپ کیوں ایسا فرماتے ہیں آپ کا مزاج اچھا ہے۔ بخار معمولی ہے انشاء اللہ تعالیٰ چلا جائے گا۔آپ نے چونک کر جیسے کوئی نیند سے بیدار ہوتا ہے دریافت فرمایا کہ میں نے کیا کہا۔ میں نے آپ کے الفاظ جب دہرائے تو اس بات کو اڑاتے ہوئے فرمایا کہ نہیں معلوم! کس دھن میں کیا کہہ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت میرا دماغ صحیح نہیں ہے'' بہر حال حضرت بہت متاثر اور زندگی سے مایوس نظر آتے ہیں۔اس لئے آپ حضرت کو سمجھائیے کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔آپ کی طبیعت بحمدہ تعالیٰ بہت اچھی ہے۔

حکیم صاحب کے رخصت ہونے کے بعد اس تذکرہ کو میں نے حضرت سے دہرایا اور عرض کی کہ آپ کی طبیعت بالکل اچھی ہے بلا وجہ آپ کو اس قدر متاثر نہ ہونا چاہئے۔آپ نے فرمایا کہ نہیں میں بخار کی وجہ متاثر نہیں ہوں بلکہ ایک واقعہ کی وجہ میرا دل بہت پریشان ہے وہ یہ کہ:

میں جس وقت مدینہ طیبہ سے نکلا اور مناخہ میں منزل کی (مخفی مبادکہ مدینہ طیبہ کے باہر مناخہ ایک مقام ہے جہاں قافلہ ایک رات قیام کرتا ہے تاکہ مسافرین اگر کچھ مال واسباب وغیرہ بھول جائیں تو جا کر لے سکیں) اس منزل میں رات کو ایک خواب دیکھا کہ ہمارے ساتھ بی بی خاتون جنت اور بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہما بھی چل رہی ہیں اور دونوں سردارنیوں نے مجھ سے فرمایا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ جدہ تک چلنا چاہتے ہیں،ہم کو بھی ایک شعذف دلا دو تو خواب ہی میں میں نے ان دونوں بزرگواروں کے لئے ایک شعذف کا انتظام کر دیا۔ جب خواب سے بیدار ہوا اور قافلہ نکلا تو میں نے ایک خاص کیفیت دیکھی کہ میرے شعذف کے اندر ایک شعذف ہے جس میں ہر دو بزرگوار تشریف فرما ہیں۔ یہ کیفیت منزل رابغ تک دیکھتا رہا اب رابغ سے ان دونوں بزرگواروں نے مجھ سے یہ فرماتے ہوئے کہ،تمہارا خدا حافظ ہے

اب ہم جاتے ہیں، واپس تشریف فرما ہوئے۔

اس واقعہ کی بناء پر میں سخت پریشان ہوں کہ جدہ تک ساتھ چلنے کا ارشاد فرما کر ان بزرگواروں نے مجھے رابغ ہی سے کیوں چھوڑ دیا؟

جدہ شریف میں قیام:

۳۰ر محرم کو جدہ شریف پہنچے۔ دن بدن سلسلۂ علالت بڑھتا گیا حتیٰ کہ اسہال کبدی شروع ہو گئے۔ حکیم محمود صمدانی صاحب نے ہر چند کوشش کی مگر بقول شخصے۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

طبیعت سنبھلتی نظر نہ آئی۔ آخر سلسلۂ علالت نے اتنا طول کھینچا کہ بایاں پیر بالکل سوکھ گیا۔ خود اپنے سے حرکت نہ کر سکتے تھے۔ حوائج ضروری کے لئے بھی دو آدمی اُٹھاتے بٹھاتے تھے۔

ادھر آپ کے محل محترم کی حالت روز بروز بگڑتی جا رہی تھی۔ ان کا سلسلہ علالت بھی نازک صورت اختیار کر لیا۔ جدہ شریف میں جس مکان میں قیام تھا اس مکان میں آپ کے بالکل قریب ہی آپ کے محل کا بستر بھی تھا۔ جس کی وجہ راتوں میں تکلیف سے بے چین ہو کر وہ اُٹھتیں تو آپ بھی فوراً بیدار ہو جاتے۔ جب دیکھا گیا کہ ان کی وجہ آپ کی صحت پر اثر پڑ رہا ہے تو حضرت کو سمجھا منا کر ان کو علیحدہ مقام پر منتقل کیا گیا۔

محل محترم کا انتقال:

۸ر صفر ۱۳۳۲ھ کو آپ کے محل محترم نے گیارہ بجے شب میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون چونکہ اس وقت آپ کی طبیعت خود ٹھیک نہ تھی اس لئے صبح ناشتہ کے بعد اس واقعہ کی آپ کو اطلاع دی گئی۔ تو آپ نے تفصیل سے واقعات پوچھے اس کے بعد دفن کی اجازت دی اور فرمایا کہ "چونکہ اب مجھ سے تو اٹھا نہیں جاتا اسلئے تجہیز و تکفین کر کے دفن کر دو۔ مگر مقام اچھا تجویز کیا جائے۔

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں آپ کی استغراقی کیفیت اس قدر زیادہ

ہوگئی تھی کہ عالم مثال و عالم شہادت میں امتیاز باقی نہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جدہ شریف کے مکان کے برآمدہ میں آپ تشریف فرما تھے۔ برآمدہ کی کھڑکیاں کھلی تھیں میں سامنے حاضر تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو اس کھڑکی کے پاس کون ہے؟ میں حیران ہوگیا کہ برآمدہ کی کھڑکی کے پاس کون آئے گا۔ اس لئے جی کہہ کر خاموش ہوگیا۔ پھر دوبارہ آپ نے تاکید سے فرمایا کہ دیکھو کون ہے؟ تب تو میں تعمیل حکم میں اٹھا اور عرض کیا کہ جی کوئی نہیں ہے تو آپ نے مجبانہ انداز میں ہاں کوئی نہیں ہے کہہ کر خاموش ہوگئے۔ اس وقت میں سمجھا کہ آپ اپنے خیال میں اس وقت مستغرق ہیں۔

حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ناشتہ کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو تین مقام، پہلا صبر کہ اس مقام میں انسان ہر تکلیف کو کڑوی دوا کے گھونٹ کی طرح برداشت کرتا ہے۔ دوسرا مقام رضا ہے کہ اس مقام میں تکلیف و راحت یکساں ہوجاتے ہیں یعنے تکلیف تکلیف محسوس ہوتی ہے نہ راحت راحت ؎

نہ خوشی اچھی ہے اے دل نہ ملال اچھا ہے ۔۔۔ یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

تیسرا مقام تسلیم ہے۔ اس مقام میں محبوب کی جانب سے اگر تکلیف بھی پہنچے تو عاشق کو اس میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ اس ارشاد کے بعد آپ نے ایک آہ سرد کھینچی اور آپ کی آنکھ سے آنسو رواں ہوگئے۔ اس پر میں نے خیال کیا کہ غالباً اب حضرت کا یہی مقام ہے۔

۹ رصفر کے بعد آپ کی صحت اور متاثر ہوتی چلی۔ حکیم صاحب ہر طرح کی کوشش کرتے رہے۔ نسخے بدلے آخر مجبوری کا اظہار کردیا کہ یہاں حسب منشاء ادویہ ملتی نہیں جس کی وجہ سے مجبوری ہے۔ جب دیکھا گیا کہ پستی روز بروز بڑھتی جارہی ہے حتیٰ کہ بات کرنا بھی بار ہوگیا ہے تو آخر ۱۲ رصفر کو وہاں کے ایک مشہور تر کی ڈاکٹر سے آپ کو رجوع کیا گیا۔ ایک روز ڈاکٹری علاج بھی رہا مگر افاقہ کی صورت نظر نہ آئی۔

حضرت کا وصال:

حضرت قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ جب ڈاکٹری دوا سے بھی کوئی فائدہ کی صورت نظر نہ

آئی تو میں نے خیال کیا کہ حضرت کو ہمیشہ ڈاکٹری دوا سے تنفر رہا کبھی آپ نے انگریزی ادویہ استعمال نہیں فرمائیں۔ اب جبکہ مزاج کی ایسی نازک حالت ہوگئی ہے ان دواؤں کا استعمال قطعاً مناسب نہیں ہے۔

۱۲رصفر کو اسی پریشانی میں کہ آخر کیا کیا جائے سوچتا ہوا حضرت کے پائین لیٹا تھوڑی دیر آنکھ لگی۔ اس کے بعد جب بیدار ہوا تو ایک غیر معمولی قوت اپنے میں محسوس کی اور خیال ہوا کہ اب تمام دوائیں موقوف کر کے آپ ہی کے بتائے ہوئے اوراد پڑھ کر آپ پر دم کرنا چاہئے چنانچہ میں اُٹھا اور وضو کر کے آپ کے پاس بیٹھ کر بالجہر اسماء حسنیٰ شروع کیا جس کو آپ خاموش سماعت فرماتے رہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک شروع کیا تو ہر اسم مبارک پر جیسے شدت کیف میں کوئی ''ہوں'' کہتا ہے آپ ''ہوں ہوں'' فرماتے رہے۔ جب ان اسماء مبارک کو ختم کر کے دوسرے اوراد شروع کیا پھر آپ خاموش ہوگئے۔

۹ر یا ۱۰رصفر کو جہاز کے آنے کی خبر تھی۔ میں سخت حیران تھا کہ اگر جہاز آجائے تو میں حضرت کو کس طرح لے جاسکوں گا اور کیونکر سوار کراؤں گا۔ مگر ۱۲رصفر بھی گزر گئی جہاز آیا نہیں۔ جدہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بمبئی سے جہاز نکل کر عرصہ گذرا ہے۔ جہاز کے نہ آنے پر مختلف خیال آرائیاں تھیں کوئی کہتا کہ ممکن ہے غرق ہوگیا ہو؟ کوئی کہتا کہ راستہ میں کچھ خراب ہوگیا ہو، مگر صحیح پتہ نہ چلا آخر ۱۳رصفر کی صبح میں جہاز جدہ کی گودی پر پہونچا۔ دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جہاز ایک ریت کے ٹیلے پر چڑھ گیا تھا۔ جس کی وجہ چار روز کی آنے میں تاخیر ہوئی۔ جس روز جہاز آیا اسی روز صبح کے سات بجے یعنی ۱۳رصفر ۱۳۳۲ روز یکشنبہ حضرت نے اس عالم فانی سے رحلت فرمائی اور دس بجے دن کو جہاز آیا انا للہ و انا الیہ راجعون اس وقت تمام قافلہ نے کہا کہ یہ سب حضرت کا تصرف تھا کہ جہاز کو روک دیا گیا تھا۔

نماز ودفن:

نماز ظہر کے بعد جدہ شریف کی مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی گئی اور حضرت حوا علیہ السلام کے مزار شریف سے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔

جنازہ کے ہمراہ قافلہ کے تمام لوگوں کے علاوہ جدہ شریف کے رہنے والے بھی تھے۔
منجملہ ان کے دونورانی صورت اصحاب جن میں ایک نوعمر اور دوسرے مسن معلوم ہوتے تھے۔
عربی وضع کا لباس یعنے لانبا کرتا، لنگ اور سر پر ٹوپی پہنے ہوئے مکان سے مقام دفن تک برابر
جنازہ کو کندھا دیتے ساتھ رہے۔ ان دونوں بزرگوں نے سب کو حیران کر دیا۔

حضرت قبلہ مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو اس سے قبل میں نے حضرت کے پاس
آتے جاتے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ جدہ شریف میں اس کے بعد پھر کبھی نظر نہ آئے۔ ان کے
مخلصانہ طرز کا یہ عالم تھا کہ ادھر سے ہٹایا تو ادھر جاتے اور ادھر سے ہٹایا جائے تو ادھر آتے
بہر حال میت کے ڈولے کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ اسی طرح مقام دفن تک پہنچے۔ جب میت کو
قبر میں اتارنے کا ارادہ کیا گیا تو سب سے پہلے معمر صاحب کمر باندھ کر قبر میں اتر پڑے اور
میت کو قبر میں لٹایا۔ فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد سبھوں نے مجھ سے ملاقات کی لیکن وہ
دونوں حضرات نظر نہ آئے۔ میں نے دریافت کی کہ وہ دونوں حضرات کون تھے؟ کہاں ہیں؟
تا کہ ان کی اس ہمدردی کا شکریہ ادا کروں تو اہل جدہ نے لاعلمی ظاہر کی، تلاش کی گئی مگر پتہ نہ
چلا۔ بالآخر میں نے تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت حوّا علیہا السلام کے چبوترے پر
کھڑے ہوکر ان کو دیکھا جہاں سے تخمیناً ایک فرلانگ تک صاف میدان ہے۔ درمیان میں
کوئی چیز حائل بھی نہیں۔ مگر ان دونوں بزرگوں کا کہیں پتہ نہ چلا۔ نہ ان کو جاتے ہوئے کسی نے
دیکھا۔ سب کے سب حیران تھے کہ یہ کون تھے؟ کہاں سے آئے؟ کدھر گئے۔

حضرت کے وصال کے دوسرے ہی روز چونکہ جہاز نکلنے والا تھا۔ اس لئے مجبوراً اسی روز
نکلنے کی تیاری کی گئی اور دوسرے روز جدہ سے قافلہ روانہ ہوا۔ فاتحہ سیوم جہاز ہی میں ہوئی۔

تاریخ میں اختلاف:

حضرت کے وصال کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ ۱۳؍ صفر ۱۳۳۲ھ کو جدہ شریف میں
یکشنبہ کا دن تھا لیکن حیدرآباد میں بلحاظ اختلاف مطالع بروز یکشنبہ ۱۴؍ تاریخ تھی۔ اس لئے
عرس شریف ۱۳؍، ۱۴؍، ۱۵؍ کو اور ماہانہ فاتحہ ہر ماہ کی ۱۴؍ تاریخ ہوتی ہے۔

جانشینی:

جدہ شریف سے واپسی کے بعد ۱۴؍ ربیع الاول شریف کو مسجد النور قاضی پورہ حیدرآباد میں حضرت کی ماہانہ فاتحہ کی تقریب ہوئی۔ اس تقریب میں تمام اہل خاندان کے مشورہ سے باتفاق جمیع حضرت قبلہ سیدی ومرشدی ومولائی سید شاہ محمد یحییٰ حسینی صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ تمام اہل خاندان نے (جو حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کے سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے) نذریں دیں۔ اس طرح جانشینی کا اعلان ہوا۔

اولاد:

حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی اولاد میں اب صرف ایک صاحبزادی حضرت امۃ المحبوب محل حضرت سید شاہ عبدالوہاب صاحب شطاری موجود ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ کو اس وقت چار صاحبزادیاں جن کے منجملہ تین قابل شادی ایک کمسن اور ایک صاحبزادہ معمر بارہ سالہ ہیں۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی نامناسب نہ ہوگا کہ حضرت خواجہ محبوب اللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی صاحبہ نے شادی کے چھ ماہ بعد (جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا) بعارضہ طاعون لاولد انتقال فرمایا۔ صاحبزادی صاحبہ سے کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی یعنے حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کی تمام اولاد صاحبزادگان ہی سے ہے صاحبزادی سے نہیں اور حضرت سید عثمان حسینی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی تمام نرینہ اولاد کمسنی ہی میں انتقال کرگئی۔ اب صاحبزادی صاحبہ ہی سے آپ کی آل کا سلسلہ جاری ہے اس سے فنائیت تامہ کا مزید ثبوت ملتا ہے۔

O-O-O

قطعات تاریخ طبع گلدستۂ تجلیات

از: حضرت قبلہ سیدی و مرشدی سید شاہ محمد یحییٰ حسینی صاحب حاذق قبلہ مدظلہ العالی

حاذق اس خواجہ کا ہے یہ تذکرہ — ہے جو محبوب خدا قطب زمن
عرض کردے مصرعہ تاریخ یوں — مقتدائے دیں شہنشاہ دکن

۱۳۵۴ف

از برادرم مولوی فاضل سید شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری واثق

لطف خلاق سے حالات حیات خواجہؒ — ہو گئے طبع تو سب حلقہ بگوشوں میں ہے عید
سال ہجری کی ہوئی فکر جو واثق مجھکو — مجھ سے ہاتف نے کہا۔ ذکر حیات جاوید

۱۳۶۳

از برادرم مولوی فاضل حکیم سید عثمان حسینی صاحب قادری ذکی

ایسی تالیف کو سمجھتے ہیں — اہل عرفاں ۔ خزینہ معشوق
مصرعۂ سال ہے ذکی کیا خوب — گنج ایماں خزینہ معشوق

۱۳۶۳ھ

از برادرم مولوی سید محمد الحسینی صاحب قادری برق

مرے جد امجد کے حالات سے — بہت لوگ اے برق تھے بے خبر
بڑے بھائی صاحب نے چھپوائے ہیں — کہا سال میں نے کرامات اثر

۱۳۶۳ھ

از میاں سید محمد صدیق حسینی عارفؔ سلمہ

احوال کو پڑھ کر خواجہ کے　　اک کیف ہے اہل ایماں میں
سال ہجری ہے اے عارفؔ　　میخانہ نور عرفاں میں
۱۳۶۳ھ

از مولوی میر یاور علی صاحب خنجرؔ (خلقی) مہتمم صدر خزانہ بلدہ پائیگاہ آسمان جاہی

حالات مرے خواجہ کے طبع ہوئے ہیں اب　　ادراک سے بھی جن کا رتبہ ہے بہت بالا
ہاتف نے کہا مجھ سے ارشاد یہ اے خلقیؔ　　سال ایسی طباعت کا ہے تذکرۂ والا
۱۳۵۳ھ

از جناب سید پرورش علی صاحب قادری سلمہٗ

چھپ گیا ذکر خواجہ جو　　سرتاپا تھے فیض اتم
سال ہجری اس کا ہے　　ذکر معدن جود و کرم
۱۳۶۳ھ

از میاں سید ابو عبداللہ الحسین شہنشاہؔ سلمہٗ

چھپ گئے واقعات خواجہ کے　　زہے لطف و عنایت خلاق
اے شہنشاہؔ عرض کر تاریخ　　بارک اللہ چہ مصدر اخلاق
۱۳۶۳ھ

از جناب نواب میر اکرام الدین علی خاں صاحب قادری حامدؔ بی۔اے (علیگ)

چھپے ہیں واقعات قطب الاقطاب جو اس میں درج ہے بہتر ہے تاریخ
کہا حامدؔ نے یوں پوچھا جو میں نے سرور ساقیٔ کوثر ہے تاریخ
۱۳۶۳ھ

از جناب نواب فریدالدین خاں صاحب قادری بی۔اے (عثمانیہ)

خواجہ کے مرے چھپے ہیں احوال تھے پرتوِ نیر رسالت
ہجری میں فریدؔ سال تالیف لکھ ہے یہ خزینۂ کرامت
۱۳۶۳ھ

از جناب میر محمد علی صاحب فاتحؔ فرزند جناب میر یاور علی صاحب خنجرؔ

چھپ گئے قطب زماں کے واقعات زندگی ہے بجا اس کو اگر سمجھیں اساس معرفت
فاتحؔ خوش بخت سے پوچھا تو یوں کہنے لگا سال فصلی طبع کا ہے۔ اقتباس معرفت
۱۳۵۴ف

از جناب میر حافظ علی صاحب شمشیر فرزند جناب مولوی میر یاور علی صاحب خنجرؔ

خواجہ کا ہے ذکر اس میں شمشیرؔ در جن کا ہے منزل طریقت
فصلی میں سن طباعت اس کا ہے مرشد کامل طریقت
۱۳۵۴ف

از جناب مولوی حاجی یوسف علی صاحب قادری

تصرف ہو بیاں خواجہ کا کیا کیا　　کہیں پایا نہ ہم نے مثل اُن کا
مکمل جب ہوئے حالات چھپ کر　　کہا میں نے کتاب ذکر زیبا
۱۳۶۳ھ

از حضرت مولانا سید شاہ عبدالوہاب صاحب شطاری

چہ آخر در رہ الفت چہ اول　　کہ نزد عاشقاں قند است حنظل
بزرگاں دانہ ہائے سبحہ باشند　　چہ فاضل در رہِ سیرت چہ افضل
مکن فرقے میانِ خلقؔ و فائقؔ　　کہ ہرگز یک نہ بیند چشمِ احول
پئے تاریخ طبع سیرت پاک　　"حیات فخر دیں" گفتیم اکمل
۱۳۶۳ھ

از جناب سید محمد علی صاحب شطاری عرف خواجہ پادشاہ سلمہٗ

مدت کے بعد حضرت حاذقؔ کے دور میں　　ہوتا ہے طبع تذکرہ اب نانا جان کا
خواجہ کو فکر سال طباعت کے ساتھ ہی　　آئی ندا کہ کہدے تو "ہے پاک تذکرہ"
۱۳۶۳ھ

0-0-0